

وہ ہمیں دلستاں تک لایا ٭ اس کے پانے سے یار کو پایا

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جولائی ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

قرآن نمبر

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظلّ تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔

(کشتی نُوح)

ماہنامہ

انصار اللہ (قرآن نمبر)

ربوہ

جولائی ۱۹۹۳ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارے میں

- ادار یہ ص۲
- قرآن کریم (ایک نظر میں) ص۱۰
- عربی منظوم کلام ص۱۱
- فارسی منظوم کلام ص۱۲
- قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے ص۱۳
- ارشادات حضرت مسیح موعود
- ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ص۲۰
- ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ص۲۳
- ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ص۲۷
- ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ص۲۹
- فضائل قرآن مجید (نظم) ص۳۵
- قرآن حکیم کے فضائل سے متعلق آسمانی بشارات ص۳۷
- عظمت و شانِ قرآن (نظم) ص۴۰
- قرآن کریم کے فضائل و امتیازات ص۴۱
- فضائل القرآن ص۴۷
- کرۂ ارض پر زندگی کا آغاز ص۶۱
- قرآن کریم اغیار کی نظر میں ص۷۱
- فہرست تراجم قرآن کریم ص۷۷
- جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن: اغیار کی نظر میں ص۷۸

جلد نمبر ———— ۳۴

شمارہ نمبر ———— ۷

قیمت فی پرچہ ——— دس روپے

اداریہ

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں

"آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے......" "بدن پر کپکپی طاری ہو گئی......" "پتھر دل موم ہونے لگا......" "قلب پھٹ جائیگا......" "خدا کی قسم! اس کا تو چہرہ بدلا ہوا ہے......" "خدا کی قسم! آج تک اس سے بہتر کلام میرے کانوں نے نہیں سنا......"

یہ ہے وہ اثر آفرینی اور روحانی انقلاب کے عظیم الشان مناظر جو حسب آیات:-

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ : (الحدید : ١٧)

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (مائدہ: ۸۴)

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (زمر: ۲۴)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (حشر: ۲۲)

اس بے مثل کلام الٰہی کے ذریعہ نمودار ہوئے جو ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی

اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جسکا فطرتی تعلیم ہونے کے باعث بار بار پڑھے جانیکی وجہ سے نام "قرآن کریم" ہے یہ کلام اتنا سحر انگیز ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن بھی آیا تو سن کر اس کا دل بے قابو ہو گیا اور سب کچھ اس پر نثار کرتے ہی بنی۔ اسمیں اتنی جاذبیت ہے کہ جس نے ایک دفعہ سن لیا خواہ وہ ابو جہل، عتبہ اور شیبہ جیسے معارض و مناقض ہی کیوں نہ ہوں بے اختیار کہہ اٹھے معلوم نہیں محمدؐ کی زبان میں کونسا جادو ہے!

ہاں واقعی جادو تھا لیکن اہل دنیا کے جادو سے بہت مختلف کلام! دل و دماغ کی کایا پلٹ دینے والا کلام! اس میں وہ مقناطیسیت ہے جو دلوں کو کھینچتی ہے۔ اس میں وہ کیف ہے کہ سن کر آدمی وجد میں آکر جھومنے لگتا ہے۔ وہ حلاوت ہے جو سینوں میں شیریں رس گھولتی ہے۔ وہ نغمہ ہے جو روح کو سرشار کرتا ہے۔ وہ نور ہے جو باطن کی تاریک دنیا کو منور کر دیتا ہے۔ وہ طاقت ہے جو ایک نئے انسان کو جنم دیتی ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ جیسا بہادر اور شجاع انسان جب سورۃ الحاقہ کی آیات سنتا ہے تو دل پر اسلام کی حقانیت اور صداقت کی ایسی چوٹ لیکر واپس لوٹتے ہیں جو شقاوت قلبی کو موم کرتی چلی گئی اور بالآخر بہن فاطمہ کے گھر طٰہٰ کی آیات پڑھتے ہی اتنے رقیق القلب ہوتے ہیں کہ آستانہ نبوت پر جا گرتے ہیں اور جب بھی کلام الٰہی سنتے بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے۔

حضرت طفیل دوسیؓ جو شدت عناد سے کانوں میں روئی ٹھونسے مکہ کی گلیوں میں پھرتے۔ کلام الٰہی سنا تو کانوں کی کھڑکیاں تو کیا دل کے دریچے بھی کھل گئے اور قرآنی الفاظ دل پر بجلیاں بن کر گر رہے تھے جنہوں نے دل کے خرمن کفر کو بھسم کر کے رکھ دیا تھا۔ خود کہا کرتے تھے "خدا کی قسم آج تک اس سے بہتر کلام میرے کانوں نے نہیں سنا"۔ (مہاجرین حصہ دوم صفحہ 221)

حضرت ولید بن مغیرہؓ نے ایک دفعہ ہی یہ پر رعب اور پر حکمت آواز سنی تو گرویدہ ہو گئے جیسے شعلہ سا لپک گیا ہو جس نے دل کے نہاں خانوں میں روشنی پھیلا دی اور بے ساختہ کہنے لگے "یہ انسانی کلام نہیں اس کی بات خوبصورت اور اس کا انداز دل نشین ہے........ یہ غالب ہو گا اور ہرگز مغلوب نہ ہو گا جو اس سے ٹکرائے گا پاش پاش ہو جائیگا"۔ (الاتقان جلد 2 صفحہ 117)

حضرت جبیر بن مطعمؓ جنگ بدر کے قیدی کو چھڑانے کیلئے مدینہ آتے ہیں تو حضورؐ کی زبان مبارک سے سورۃ طور کی آیات کی تلاوت سن کر بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا "قلب پھٹ جائیگا" اور پھر ہمیشہ کے لئے قید محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ (اعجاز القرآن صفحہ 27)

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جب سورۃ نحل کی آیات سنیں تو دل پسیج گیا اور ایمان دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا گیا۔

عتبہ جیسا دشمن اپنی طلاقت لسانی کے باعث کفار کا نمائندہ بن کر حضورؐ کو فتح کرنے جاتا ہے لیکن حٰمٓ السجدہ کی آیات سنکر خود ڈھیر ہو جاتا ہے کہ کفار خود گواہی دیتے ہیں۔ "خدا کی قسم! عتبہ کا چہرہ بدلا ہوا ہے" تاثیر کا رنگ اتنا غالب ہے کہ عتبہ جوابا کہتا ہے۔ "میں نے ایسا کلام سنا کہ کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ خدا کی قسم! نہ یہ شعر ہے، نہ سحر ہے، نہ کہانت! اے سرداران قریش میری بات مانو اور اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کلام رنگ لا کر رہے گا"۔ (ابن ہشام جلد اول 313)

اور یہ کلام واقعی رنگ لا کر رہا۔ حضرت خبابؓ، حضرت بلالؓ، حضرت سالمؓ اور حضرت صہیبؓ پر بھی تو آیات قرانیہ کا جادو چلا تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں اشکوں کا نذرانہ لئے حاضر ہوئے اور دوسروں کی غلامی کی بجائے بخوشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کر لی کیونکہ وہ اس حقیقت سے واقف ہو گئے تھے کہ اس غلامی کی اتنی عظمت ہے کہ جس پر ہزاروں آزادیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔

قصۂ پارینہ یا ماضی کا افسانہ نہیں بلکہ قرآن کریم وہ عظیم الشان کتاب ہے جسے اگر صدق دل سے پڑھا جائے زمانہ کی حدود و قیود سے آزاد اس کی تلاوت ہر دور میں روح کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ دیگر کتب سماویہ کی طرح مختص الزمان نہیں، محرف و مبدل نہیں بلکہ یہ حرف بحرف کلام الٰہی ہے۔ چشمۂ اصفی ہے۔ نور اجلی ہے۔ ہاں ایسا نور ہدایت جو ہر دم تازہ، روشن، چمکدار، تابناک! جو قاری کے عالی ظرف، پاک نیت اور صدق طویت کے ساتھ ساتھ اپنی چکاچوند میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے اور اسے بھی نورانی وجود بناتا چلا جاتا ہے۔

لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے منہ سے نکلتے ہیں چنانچہ ایک عاشق صادق سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی قرآن کریم کی زندہ تاثیرات اور پائندہ برکات کا مشاہدہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں اپنے دل کو قرآن کریم اور اس کے دقائق معارف اور نکات کیطرف مائل پاتا تھا۔ اس نے مجھے محبت کیوجہ سے اپنا لٹو بنا لیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ مجھے مختلف اقسام کے معارف اور قسم قسم کے پھل دیتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہونگے اور نہ انہیں مجھ سے ہٹایا جائیگا اور میں نے دیکھا ہے قرآن کریم ایمان کو مضبوط کرتا اور یقین میں زیادتی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم وہ ایک لاثانی موتی ہے اس

کا ظاہر بھی نور ہے اور اس کا باطن بھی نور ہے اور اس کے ہر لفظ اور ہر کلمہ میں نور ہے۔ وہ ایک روحانی جنت ہے جس کے خوشے نہایت قریب ہیں اور اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہر ثمر سعادت اس میں پایا جاتا ہے اور جرات ایمان کے لئے ہر شعلہ اس سے حاصل کیا جاسکتا ہے اس کے سوا محض خشک کانٹوں پر ہاتھ مارنا ہے۔ اس کے فیض کے گھاٹ نہایت خوشگوار ہیں۔ پس پینے والوں کو مبارک ہو! میرے اندر اس کے ایسے نور ڈالے گئے ہیں کہ انہیں کسی اور طریق سے حاصل کرنا میرے لئے مشکل تھا۔

اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر قرآن کریم نہ ہوتا تو میری زندگی کا کوئی مزہ نہ ہوتا۔ میں نے اس کے حسن کو ہزاروں یوسفوں سے زیادہ دیکھا ہے۔ پس میں اس کی طرف انتہائی طور پر مائل ہو گیا اور وہ میرے دل میں گھر کر گیا۔ اس نے مجھے اس طرح پرورش کیا ہے جیسے رحم میں بچہ کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کا میرے دل پر ایک عجیب اثر ہے۔ اس کے حسن نے مجھے پھسلا لیا ہے اور میں نے کشف میں دیکھا کہ حظیرۃ القدس قرآن کریم کے پانی کے ساتھ سیراب کیا جاتا ہے اور وہ یعنی قرآن کریم زندگی کے پانی کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے جس نے اس سے پانی پیا وہ نہ صرف خود زندہ رہے گا بلکہ وہ اوروں کی زندگی کا موجب ہوگا" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 545-546)

آپ نے صاحب تجربہ ہونے کی بناء پر فرمایا کہ قرآن کریم وہ آب بقا ہے جو زندگی بخش ہے اور اسکی تلاوت روح میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ ہاں لیکن اس پاک تبدیلی کیلئے وہ انداز اپنانے ضروری ہیں جو قرآن کریم سے پیار کرنے والوں کے انداز ہیں چنانچہ آپ ان طرق کی نشاندہی فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرے۔ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب و غریب اور سچا فلسفہ ہے اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی جب تک نظام اور ترتیب قرآن کو مد نظر نہ رکھا جاوے اور اس پر پورا غور نہ کیا جاوے قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہونگے"۔

(الحکم 31 مارچ 1901ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"خوش الحانی سے قرآن کریم پڑھنا بھی عبادت ہے" (الحکم 24 مارچ 1903ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"انسان کو چاہیئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے

اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بلامددوحی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل ہوتی ہے اور ایسی مخالفت احادیث میں موجود ہے وہ محدثات میں داخل ہوگی رسم اور بدعادت سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہوجاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اور قسم کا پھول چنتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے"۔ (الحکم 31 جنوری 1904ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"قرآن تمہارا محتاج نہیں۔ پر تم محتاج ہو کر قرآن کو پڑھو۔ سمجھو اور سیکھو جب کہ دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم استاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے استاد کی ضرورت کیوں نہیں"۔ (الحکم 10۔ اگست 1907ء)

اسی لئے جب تک امت محمدیہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی اختیار کرتے ہوئے قرآن کریم کے مطالب اور حقائق و معارف سیکھتی رہی اور قرآن کریم کو حرز جان بنائے رکھا اس نے ہر جولانگاہ میں آسمانی رفعتوں کو چھوا اور دنیا کی قیادت و سیادت اس کے مقدر میں لکھی گئی لیکن جونہی تعلیم قرآن کو بھلانا شروع کیا۔ ادبار و تنزل کی وادیوں میں جا گری تب خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک اور معلم قرآن کو مبعوث فرمایا تا قرآن کریم کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک کامل اور مکمل کتاب اور چشمہ ہدایت کے طور پر پیش کرے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود نے قرآن کریم کی ایسی دلکش تفسیر فرمائی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قرآن کریم گویا دوبارہ نازل ہوا ہے۔ آپ نے اپنی قوت قدسیہ سے ایسی جماعت تیار فرمائی جو قرآن کریم سے پیار کرنے والی اور قرآن کریم کی تعلیم کو اپنے اعمال میں زندہ کرنے والی تھی۔

آپ کے بعد سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الاول نے فرمایا:۔

کہ جس طرح میرے وقت میں قرآن کریم کا درس جاری رہا میرے بعد بھی "قرآن کریم کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہے"۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے عشق قرآن کی یہ شمع روشن کئے رکھی اور جماعت کو نصیحت فرمائی:۔

"انسان سارے کلام کو پڑھے اور بار بار پڑھے یہ نہیں کہ کوئی خاص حصہ چن لیا اور اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ دوم اس وقت پڑھے جب اس کے دل میں محبت اور اخلاص کا جوش ہو......وہ صبح یا شام کا وقت تلاوت کے لئے مقرر کر لیں......سوم قرآن کریم اس یقین کے ساتھ پڑھا جائے کہ اس کے اندر غیر محدود خزانہ ہے......جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ اس میں خزانے موجود ہیں وہ اس کے معارف اور علوم کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے"۔ (فضائل القرآن)

آپ نے جماعت کو ان خزائن سے روشناس کرانے کے لئے تفسیر کبیر بھی تصنیف فرمائی جس کی عظمت کا غیروں کو بھی اعتراف ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم ہماری زندگی، ہماری روح، ہماری جان، ہمارا سب کچھ ہے اور ہر احمدی خواہ وہ بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا ہو، مرد ہو یا عورت اس کو قرآن کریم سیکھنا چاہیئے ہمیں ان کو سکھانا چاہیئے"۔

(رپورٹ شوریٰ 1965ء)

پھر فرماتے ہیں:۔

"ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو پہلے قرآن کریم ناظرہ پڑھائیں اور پھر اس کا ترجمہ سکھائیں پھر ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کریں کہ قرآن کریم کی محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے"۔ (الفضل 3 فروری 1966ء)

پھر حضور (اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر نازل ہو) انصار اللہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:۔

"......انصار اللہ کو میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ..........ان ذمہ داریوں کو ادا کریں جو تعلیم القرآن کے سلسلہ میں آپ پر عائد ہوتی ہیں ایک ذمہ داری تو خود قرآن سیکھنے کی ہے اور ایک ذمہ داری ان لوگوں (مردوں اور عورتوں) کو قرآن کریم سکھانے کی آپ پر عائد ہوتی ہے جن کے آپ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق راعی بنائے گئے ہیں..........

ہر رکن انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات کی ذمہ داری اٹھائے کہ اس کے گھر میں اس کی بیوی اور بچے یا اور احمدی کہ جن کا خدا کی نگاہ میں وہ راعی ہے قرآن کریم پڑھتے ہیں اور قرآن کریم سیکھنے کا وہ حق ادا کرتے ہیں جو حق ادا ہونا چاہیئے"۔ (تاریخ انصار اللہ)

پھر اشاعت قرآن کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"اشاعت قرآن کے سلسلہ میں تین مرحلے آتے ہیں ایک یہ کہ متن قرآن کریم کو......... دنیا کے ہر انسان کے ہاتھوں تک پہنچایا جائے......دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ قرآن کریم کا ترجمہ ہر قوم اور ہر ملک کی زبان میں کیا جائے تاکہ دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں تک قرآن کریم کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ پہنچایا جاسکے........ تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ جو لوگ یا قومیں قرآن کریم کا متن پڑھنے لگ جائیں اور اس کا ترجمہ سمجھنے لگ جائیں ان کو ہم قرآن عظیم کی تفسیر سے روشناس کرائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ احمدیوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت کی گرمی کو قائم رکھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے پچاس ساٹھ سال میں ہم اپنے کام کا ایک بڑا حصہ مکمل کر چکے ہونگے"۔ (الفضل 15 جون 1973ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جہاں قرآن کریم کی عظمت کو تمام بنی نوع انسان کے دلوں میں قائم کرنے کے لئے ساری دنیا کی زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور تھوڑے عرصہ میں ہی پچاس زبانوں سے زائد تراجم کی اشاعت کا زریں کارنامہ سرانجام دیا وہاں قرآن کریم کی محبت کی گرمی کو جماعت میں زندہ رکھنے کے لئے تحریک تعلیم القرآن کا آغاز فرمایا کہ قرآن کریم کا معنوی حسن صوری حسن سے عبارت ہے۔ آپ نے فرمایا:-

"اچھی آواز نئے مطالب حاصل کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس لئے رہا سے اچھی آواز سے پڑھنا ضروری ہے......مترنم آواز میں پڑھنا آپ کی اندرونی کیفیات کو جگا دیتا ہے، آپ کے اندر تموج پیدا کرتا ہے اور اس تموج کے ساتھ قرآن کریم کے مطالب ہم آہنگ ہو کر پھر آپ کے لئے نئے نئے مضمون ڈھونڈ کر لاتے ہیں، نئی روشنی عطا کرتے ہیں"۔

آپ نے عالمی مجلس شوریٰ جولائی 1991ء منعقدہ اسلام آباد ٹلفورڈ یو۔ کے میں تعلیم القرآن کے نئے منصوبہ کا اعلان فرمایا اور ذیلی تنظیموں کو اس کی تکمیل کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ آپ نے منصوبہ کا مقصد یہ بیان فرمایا:-

"لب لباب یہ ہے کہ ہم بہت وسیع پیمانے پر اساتذہ تیار کرنا شروع کریں۔ ہمارا انتہائی مقصد یہ ہوگا کہ ہر احمدی، مرد ہو یا عورت، قرآن کریم صحت کے ساتھ سکھانے والا استاد بن جائے...... میرا مطمع نظر یہ ہے کہ اسی طرح ہونا چاہیئے۔ تمام احمدیوں سے یہ خدا تعالیٰ کا کم از کم مطالبہ ہے۔ چنانچہ ایک احمدی سے اللہ تعالیٰ کے کم از کم مطالبہ کے میرے تصور کے مطابق ہر احمدی کو قرآن کریم کی عربی زبان میں تلاوت کرنے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے قابل ہونا چاہیئے۔ ہر احمدی کو اپنی پوری صلاحیت کی حد تک ترجمہ کے واسطہ سے نہیں بلکہ براہ راست عربی متن سے خدا کے پیغام (قرآن کریم) کو سمجھنا

چاہیئے...... اس لئے کہ اصل عربی الفاظ مختلف امکانی معانی کے متحمل ہوتے ہیں مگر مترجم کو ان میں سے صرف ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے پس اگر کوئی خود معین طور پر الفاظ کے معانی نہیں جانتا تو وہ ترجمہ کرنے میں کئی لحاظ سے غلطیوں کا ارتکاب کرے گا اولاً اس کا قرآن کریم کے بارہ میں تصور ہمیشہ محدود رہے گا...... پس میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ ایک ذاتی تعلق ضروری ہے.........

اس طرح میں نے اگلے چار پانچ سال کا منصوبہ بڑے غوروفکر کے بعد بنایا ہے ہم قرآن کریم کی تلاوت سکھانے کا آغاز آڈیو وڈیو کی مدد سے کریں گے لیکن یہ کلاسیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل مختلف ہونگی میں نے ذیلی تنظیموں کو ہدایت دی ہے کہ وہ....... اپنی متعلقہ ذیلی تنظیموں سے انصار۔ لجنات اور خدام وغیرہ کا انتخاب کریں وہ اس کے لئے آگے آئیں مثلاً پندرہ دن کے لئے انہیں صرف اتنا کچھ پڑھایا جائے (اور اس سے زائد ہرگز نہیں) جسے وہ پوری اہلیت کے ساتھ اخذ کر سکیں یہاں تک کہ اس قدر علم وہ نہایت مہارت سے دوسروں کو سکھا سکیں......... یہ سب کچھ کر لینے کے بعد اگلا مرحلہ اس وقت آئے گا جب وہ تربیت یافتہ استاد اپنے قصبوں اور علاقوں میں واپس جائیں گے وہاں جا کر ان کا کام ہوگا کہ اس قسم کی کلاسیں جاری کریں اور دوسروں کو تعلیم دیں"۔

چنانچہ ہر وہ وجود جو اپنے آپ کو اس پاک گروہ میں شامل کرتا ہے جس کے ذریعہ سے قرآن عظیم کی عظمت رفتہ کو از سر نو تابندہ کرنا مقدر ہو چکا ہے پہلے قرآن کریم کی عظمت کو اپنے دل میں قائم کرے، قرآنی انوار سے اپنے وجود کو منور کرے۔ ہر ہر حرف اور ہر ہر لفظ اور ہر ہر آیت سے وابستہ برکات سے مستفیض ہو۔ اس کے مطالب اور معانی کو اپنے کردار میں زندہ کرے کہ اس کے ظرف کے مطابق قرآنی تجسم اسے عطا ہو۔ انصار اللہ جو اپنی تنظیم کے لحاظ سے بڑی عمر والوں کی تنظیم ہے اس کی سب سے زیادہ مخاطب ہے۔ انہیں تو اپنے پیارے واجب الاطاعت اماموں کی آواز پر لبیک کہنا چاہیئے اور نحن انصار اللہ کا نعرہ بلند کرتے ہوئے امام وقت کے دست و بازو بنکر انوار فرقانیہ کے انتشار میں کماحقہ اپنی استعدادیں صرف کرنی چاہئیں۔ تا ان کے اسوہ کو اختیار کرتے ہوئے ہر احمدی کا دل اپنے پیارے آقا کے دل کے ہم آہنگ و ہم نوا ہو کر وجد میں آئے اور اس کے روئیں روئیں سے یہ آواز بلند ہو۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

"جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے"

قرآن کریم

(ایک نظر میں)

قرآن کی کل مدت نزول تقریباً	22 سال 5 ماہ قریباً
قرآن کی پہلی وحی　610ء	اقرا باسم ربک الذی خلق...... (سورۃ علق آیت ۱ تا ۵)
قرآن کریم کی آخری وحی	واتقوا یوماً ترجعون فیه الی الله (البقرہ آیت ۲۸۱)

الیوم اکملت لکم دینکم اتممت
علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ ۳)

قرآن کریم کے کل تعداد حروف	تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ساٹھ	(323760)
قرآن کریم کے کل تعداد کلمات	چھیاسی ہزار چار صد تیس	(86430)
قرآن کریم کی آیات	چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ	(6666)
قرآن کریم کے کل رکوع	پانچ صد چالیس	(540)
قرآن کریم کی کل سورتیں	یکصد چودہ	(114)
قرآن کریم کے پارے	تیس	(30)
قرآن کریم کی منزلیں	سات	(7)
قرآن کریم کے سجدہ تلاوت	متفق علیہ	(14)
	اختلافی	(1)

عربی منظوم کلام

وَإِنَّ كِتَابَ اللهِ بَحْرُ مَعَارِفٍ　　وَنَجِدَنَّ فِيهِ عُيُونَ مَا نَسْتَعْذِبُ

بے شک خدا کی کتاب معرفت کا دریا ہے اور ہم اس میں شیریں چشمے پاتے ہیں

إِذَا مَا نَظَرْتُ إِلَى ضِيَاءِ جَمَالِهِ　　فَإِذَا الْجَمَالُ عَلَى سَنَا الْبَرْقِ يَغْلِبُ

جب میں نے قرآن کریم کے جمال کو دیکھا پس ناگاہ اس کا حسن برق کی روشنی پر غالب تھا

رَأَيْتُ بِنُورٍ نُورَهُ فَتَبَيَّنَتْ　　عَلَيَّ حَقَائِقُهُ فَفِيهَا أُقَلَّبُ

میں نے نور کے ذریعہ قرآن کا نور دیکھا ہے اور مجھ پر حقائق ظاہر ہوئے ہیں انہیں میں پڑا پھرتا ہوں

يَصُدُّ عَنِ الطَّغْوَى وَيَهْدِي إِلَى التُّقَى　　خَفِيرٌ إِلَى طُرُقِ السَّلَامَةِ يَجْلِبُ

یہ نافرمانی سے روکتا اور تقویٰ کی ہدایت دیتا ہے۔ پناہ دینے والا اور سلامتی کی راہوں کی طرف کھینچتا ہے

يَجُرُّ إِلَى الْعُلْيَا وَجَاءَ مِنَ الْعُلَى　　كَمَا هُوَ أَمْرٌ ظَاهِرٌ لَيْسَ يُحْجَبُ

بلندی سے آیا اور بلندی کی طرف کھینچتا ہے جیسا کہ یہ بات ظاہر ہے در پردہ نہیں ہے

وَسِرٌّ لَطِيفٌ فِي هُدَاهُ وَنُكْتَةٌ　　كَنَجْمٍ بَعِيدٍ نُورُهَا تَتَغَيَّبُ

اس کی ہدایت باریک بھید اور نکتہ ایسا ہے کہ تاروں کی طرح اس کا نور بعید ہے چھپ جاتا ہے

فَقُلْتُ لَهُ لَمَّا شَرِبْتُ زُلَالَهُ　　فِدًى لَكَ رُوحِي أَنْتَ عَيْنِي وَمَشْرَبُ

جب میں نے اُس کا صاف پانی پیا تو اُس کو کہا کہ میری جان تجھ پر قربان ہو تو میرا چشمہ اور مشرب ہے

(درثمین عربی مترجم صفحہ ٦٢-٦٣)

فارسی منظوم کلام

از نورِ پاکِ قرآں صبحِ صفا دمیدہ　　　بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
قرآن کے پاک نور سے روشن صبح نمودار ہوگئی اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد　　　ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
ایسی روشنی اور چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں اور ایسی کشش اور حسن تو کسی چاند میں بھی نہیں

یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا　　　ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ
یوسفؑ تو ایک کنوئیں کی تہ میں اکیلا گرا تھا مگر اس یوسف نے بہت سے لوگوں کو کنوئیں میں سے نکالا ہے

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد　　　قدِّ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
حقائق کے منبع سے یہ سینکڑوں باریکیاں اپنے ساتھ لایا ہے نازک ہلال کی کمر اُن حقائق کی باریکیوں سے جھک گئی ہے

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد　　　شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ
اس کے علوم کی حقیقت تجھے خبر بھی ہے کس شان کی ہے! وہ تو ایک آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے

آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد　　　ہر بوم شب پرستے در کنجِ خود خزیدہ
یہ سچائی کا سورج جب اس دنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پجاری اُلّو اپنے اپنے کونوں میں جا گھسے

روئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا　　　اِلّا کسے کہ باشد بارویش آرمیدہ
دنیا میں کسی کو یقین کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا مگر اسی شخص کو جو اس کے منہ سے محبت رکھتا ہے

(درثمین فارسی مترجم ص۶۶)

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

قرآنِ کریم کی عظمتِ شان اور فضائل و برکات کے بارہ میں ارشاداتِ عالیہ

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

معرفت حقانی کے عطا کرنے کے لئے تین دروازے قرآن شریف میں کھلے ہوئے ہیں۔ ایک عقلی یعنی خدائے تعالیٰ کی ہستی اور خالقیت اور اس کی توحید اور قدرت اور رحم اور قیومی اور مجازات وغیرہ صفات کی شناخت کے لئے جہاں تک علوم عقلیہ کا تعلق ہے استدلالی طریق کو کامل طور پر استعمال کیا ہے اور اس استدلال کے ضمن میں صناعت منطق و علم بلاغت و فصاحت و علوم طبعی و طبابت و ہیئت و ہندسہ و دقائق فلسفیہ و طریق جدل و مناظرہ وغیرہ تمام علوم کو نہایت لطیف و موزون طور پر بیان کیا ہے جس سے اکثر دقیق مسائل کا پیچ کھلتا ہے۔ پس یہ طرز بیان فوق العادت ہے از قسم اعجاز عقلی ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے فیلسوف جنہوں نے منطق کو ایجاد کیا اور فلاسفی کے قواعد مرتب کئے اور بہت کچھ طبعی اور ہیئت میں کوشش و مغز زنی کی وہ بباعث نقصان عقل اپنے ان علوم سے اپنے دین کو مدد نہیں دے سکے۔ اور نہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکے۔ اور نہ اوروں کو فائدہ دینی پہنچا سکے۔ بلکہ اکثر ان کے دہریہ اور ملحد اور ضعیف الایمان رہے اور جو بعض ان میں سے کسی قدر خدائے تعالیٰ پر ایمان لائے انہوں نے ضلالت کو صداقت کے ساتھ ملا کر اور خبیث کو طیب کے ساتھ مخلوط کر کے راہ راست کو چھوڑ دیا۔ پس یہ الٰہی عقل از قبیل خارق عادت ہے جس کے استدلال میں کوئی غلطی نہیں اور جس نے علوم مذکورہ سے ایک ایسی شائستہ خدمت کی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی۔ اور اس کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے کہ دلائل وجود باری عزاسمہ اور اس کی توحید و خالقیت وغیرہ صفات کمالیہ کے اثبات میں بیان قرآن شریف کا ایسا محیط و حاوی ہے جس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان کوئی جدید برہان پیش کر سکے اگر کسی کو شک ہو تو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری عزاسمہ یا اس کی توحید یا اس کی خالقیت یا کسی دوسری الٰہی

صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف میں سے وہی دلائل یا ان سے بڑھ کر اس کو دکھلائے جائیں۔ جس کے دکھلانے کے ہم آپ ہی ذمہ وار ہیں۔ غرض یہ دعویٰ اور یہ تعریف قرآنی لاف و گزاف نہیں بلکہ حقیقت میں حق ہے۔ اور کوئی شخص عقائد حقہ کے اثبات میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا جس کے پیش کرنے سے قرآن شریف غافل رہا ہو۔ قرآن شریف باآواز بلند بیسیوں جگہ اپنے احاطہ تام کا دعویٰ کرتا ہے.........

دوسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں نہایت وسیع طور پر کھلا ہوا ہے دقائق علمیہ ہیں جن کو بوجہ خارق عادت ہونے کے علمی اعجاز کہنا چاہیئے۔ وہ علوم کئی قسم کے ہیں۔ اوّل علم معارف دین یعنی جس قدر معارف عالیہ دین اور اس کی پاک صداقتیں ہیں اور جس قدر نکات و لطائف علم الٰہی ہیں جن کی اس دنیا میں تکمیل نفس کے لئے ضرورت ہے۔ ایسا ہی جس قدر نفس امارہ کی بیماریاں اور اس کے جذبات اور اس کی دوری یا دائمی آفات ہیں یا جو کچھ ان کا علاج اور اصلاح کی تدبیریں ہیں اور جس قدر تزکیہ و تصفیہ نفس کے طریق ہیں اور جس قدر اخلاق فاضلہ کے انتہائی ظہور کی علامات و خواص و لوازم ہیں یہ سب کچھ باستیفائے تام فرقان مجید میں بھرا ہوا ہے۔ اور کوئی شخص ایسی صداقت یا ایسا نکتہ الٰہیہ یا ایسا طریق وصول الی اللہ یا کوئی ایسا نادر یا پاک طور مجاہدہ و پرستش الٰہی کا نکال نہیں سکتا جو اس پاک کلام میں درج نہ ہو۔ دوسرے علم خواص روح و علم نفس ہے جو ایسے احاطہ تام سے اس کلام معجز نظام میں اندراج پایا ہے کہ جس سے غور کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بجز قادر مطلق کے کہ یہ کسی کا کام نہیں۔ تیسرے علم مبدء و معاد و دیگر علوم غیبیہ جو عالم الغیب کے کلام کا ایک لازمی خاصہ ہے جس سے دلوں کو تسلی و تشفی ملتی ہے اور غیب دانی خدائے قادر مطلق کی مشہودی طور پر ثابت و متحقق ہوتی ہے۔ یہ علم اس تفصیل اور کثرت سے قرآن شریف میں پایا جاتا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسری کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر علاوہ اس کے قرآن شریف نے تائید دین میں اور اور علوم سے بھی اعجازی طور پر خدمت لی ہے۔ اور منطق اور طبعی اور فلسفہ و ہیئت اور علم نفس اور طبابت اور علم ہندسہ اور علم فصاحت و بلاغت وغیرہ علوم کے وسائل سے علم دین کا سمجھانا اور ذہن نشین کرنا یا اس کا تفہیم درجہ بدرجہ آسان کر دینا یا اس پر کوئی برہان قائم کرنا یا اس سے کسی نادان کا اعتراض اٹھانا مدنظر رکھا ہے۔ غرض طفیلی طور پر یہ سب علوم

خدمت دین کے لئے بطور خارق عادت قرآن شریف میں اس عجیب طرز سے بھرے ہوئے ہیں جن سے ہر یک درجہ کا ذہن فائدہ اٹھا سکتا ہے..........

تیسرا دروازہ معرفت الٰہی کا جو قرآن شریف میں اللہ جل شانہ نے اپنی عنایت خاص سے کھول رکھا ہے برکات روحانیہ ہیں جس کو اعجاز تاثیری کہنا چاہیئے۔ یہ بات کسی سمجھدار پر مخفی نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد بوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں۔ جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہ کر گویا ایک گوشہ تنہائی میں پڑا رہا۔ اس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے آنا اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا اور چوری اور قزاقی اور خون ریزی اور دختر کشی اور یتیموں کا مال کھا جانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا۔ غرض ہر یک طرح کی بری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں میں چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہور ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے۔ اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصوم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یکلخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالامال ہو گئے۔ اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں اپنے مالوں اور اپنے عزیزوں اپنی عزتوں اپنی جان کے آراموں کو اللہ جلشانہ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہ دونوں سلسلے ان کی پہلی حالت اور اس نئی زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئے قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پر آب ہو جاتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جو ان کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ وہ دو ہی باتیں تھیں۔ ایک یہ کہ وہ نبی معصوم اپنی قوت قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ دوسری خدائے قادر مطلق حی و قیوم کی پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیلی و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی......

لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور

ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے منہ سے نکلتے ہیں۔ ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر اور بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں۔ ان پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہی پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ وہ جب دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے۔ اور ان کی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔ یہ باتیں بلا ثبوت نہیں۔

(سرمہ چشم آریہ صفحہ 24۔31)

متّبعینِ قرآن شریف پر انعاماتِ عظیمہ اور مواہبِ خاصہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"متبعین قرآن شریف کو جو انعامات ملتے ہیں اور جو مواہب خاصہ انکے نصیب ہوتے ہیں اگرچہ وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں۔ مگر ان میں سے کئی ایک ایسے انعامات عظیمہ ہیں جنکو اس جگہ مفصل طور پر بغرض ہدایت طالبین بطور نمونہ لکھنا قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں:۔

ازاں جملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوان نعمت فرقانیہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ جب انسان فرقان مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امر و نہی کے بکلی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں میں غور کرتا ہے۔ اور کوئی اعراض صوری و معنوی باقی نہیں رہتا۔ تب اس کی نظر اور فکر کو حضرت فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب و غریب لطائف اور نکات علم الٰہی کے جو کلام الٰہی میں پوشیدہ ہیں اس پر کھلتے ہیں اور ابر نیساں کے رنگ میں معارف دقیقہ اس کے دل پر برستے ہیں۔ وہی معارف دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے۔

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً

یعنی خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے۔ اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی ہے۔ یعنی حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیر کثیر کو پالیا سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بحر محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلےٰ درجہ کے حقائق حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں۔..........

ازاں جملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عصمت بھی فرقان مجید کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے اور اس جگہ عصمت سے مراد ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں۔ اور اگر کوئی لغزش بھی ہو جائے تو رحمت الٰہیہ جلد تر ان کا تدارک کر لیتی ہے

یہ بات ظاہر ہے کہ عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفس امارہ کے مقتضیات سے نہایت دور پڑا ہوا ہے جس کا حاصل ہونا بجز توجہ خاص الٰہی کے ممکن نہیں۔ مثلاً اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ صرف ایک کذب اور دروغگوئی کی عادت سے اپنے جمیع معاملات اور بیانات اور حرفوں اور پیشوں میں قطعی طور پر باز رہے تو یہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس کام کے کرنے کے لئے کوشش اور سعی بھی کرے تو اس قدر موانع اور عوائق اس کو پیش آتے ہیں کہ بالآخر خود اس کا یہ اصول ہو جاتا ہے کہ دنیا داری میں جھوٹ اور خلاف گوئی سے پرہیز کرنا ناممکن ہے۔ مگر ان سعید لوگوں کے لئے کہ جو سچی محبت اور پرجوش ارادت سے فرقان مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا کہ وہ دروغگوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہر ناکردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادر مطلق سے توفیق پاتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے ایسی تقریبات شنیعہ سے ان کو محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاک کے ورطہ میں پڑیں۔ کیونکہ وہ دنیا کا نور ہوتے ہیں اور ان کی سلامتی میں دنیا کی سلامتی اور ان کی ہلاکت میں دنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔..........

ازاں جملہ ایک مقام توکّل ہے۔ جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمہ صافی ہرگز میسر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے اور نور معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہو کر اور اسباب عادیہ سے بکلی اپنے تئیں دور پا کر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراح خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کا کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزارہا خزائن ہیں۔ ان کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحب دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے۔ اور تنگیوں کی حالت میں بکمال کشادہ دلی اور یقین کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سیرت ایثار ان کا مشرب ہوتا ہے۔ اور خدمت خلق ان کی عادت ہوتی ہے...... ان کے تمام کاموں کا خدا متولی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس نے آپ ہی فرمایا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ لیکن دوسروں کو دنیاداری کے دلآزار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے۔ اور وہ خارق عادت سیرت جو خاص ان لوگوں کے ساتھ ظاہر کی جاتی ہے کسی دوسرے کے ساتھ ظاہر نہیں کی جاتی۔ اور یہ خاصہ ان کا بھی صحبت سے بہت جلد ثابت ہو سکتا ہے۔

ازاں جملہ ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے۔

اور ان کے رگ وریشہ میں اس قدر محبت الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت انس اور شوق ان کے قلوب صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلی منقطع اور گستہ کر دیتا ہے اور آتش عشق الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقات خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبان صادق اس جوش محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ ان کے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسے عشاق مجازی کے لئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کے لئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چھپائے رکھیں۔ بلکہ وہ عشق جو ان کے کلام اور ان کی صورت اور ان کی آنکھ اور ان کی وضع اور ان کی فطرت میں گھس گیا ہے اور ان کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ ان کے چھپانے سے ہرگز چھپ ہی نہیں سکتا۔ اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بزرگ تر ان کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبت ذاتی کے غلبہ سے برنگ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربت عذب کی

طرح سمجھتے ہیں۔ کسی تلوار کی تیز دھار ان میں اور ان کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتی۔ اور کوئی بلیہ عظمی ان کو اپنے اس پیارے کی یاد داشت سے روک نہیں سکتی۔ اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذات پاتے اور اسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اسی کو اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اسی کے لئے جیتے ہیں اسی کے لئے مرتے ہیں.......

ازاں جملہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ جیسے سخاوت۔ شجاعت۔ ایثار۔ علو ہمت۔ وفور شفقت، حلم۔ حیا۔ مودّت۔ یہ تمام اخلاق بھی بوجہ احسن اور انسب انہیں سے صادر ہوتے ہیں اور وہی لوگ بہ یمن متابعت قرآن شریف وفاداری سے اخیر عمر تک ہر یک حالت میں ان کو بخوبی و شائستگی انجام دیتے ہیں اور کوئی انقباض خاطر ان کو ایسا پیش نہیں آتا کہ جو اخلاق حسنہ کی کماینبغی صادر ہونے سے ان کو روک سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ خوبی علمی یا عملی یا اخلاقی انسان سے صادر ہو سکتی ہے وہ صرف انسانی طاقتوں سے صادر نہیں ہو سکتی بلکہ اصل موجب اس کے صدور کا فضل الٰہی ہے۔ پس چونکہ یہ لوگ سب سے زیادہ مورد فضل الٰہی ہوتے ہیں اس لئے خود خداوند کریم اپنے تفضلات لامتناہی سے تمام خوبیوں سے ان کو متمتع کرتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھو کہ حقیقی طور پر بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں۔ تمام اخلاق فاضلہ اور تمام نیکیاں اسی کے لئے مسلم ہیں۔ پھر جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہو کر اس ذات خیر محض کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر اخلاق الٰہیہ اس کے نفس پر منعکس ہوتی ہیں پس بندہ کو جو خوبیاں اور سچی تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قرب سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہی چاہیئے تھا کیونکہ مخلوق فی ذاتہ کچھ چیز نہیں ہے۔ سو اخلاق فاضلہ الٰہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشرب صافی اور روحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اخلاق فاضلہ ان سے صادر ہوتے ہیں اس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔............ ان کے دلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ اس کو آپ پیارے ہیں۔ پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلق باخلاق اللہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کی توسط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور ان کو بھوکے اور پیاسے پا کر وہ آب زلال ان کو اپنے اس خاص چشمہ سے پلاتا ہے جس میں کسی مخلوق کو علی وجہ الاصالت اس کے ساتھ شرکت نہیں۔

اور منجملہ ان عطیات کے ایک کمال عظیم جو قرآن شریف کے کامل تابعین کو دیا جاتا ہے

بقیہ صفحہ ۲۶

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

کلام الٰہی کے سمجھنے کے اصول

میرے فہم میں کلام الٰہی کے سمجھنے کے لئے یہ اصول ہیں:۔
اوّل: دعا (پرارتھنا) جناب الٰہی سے صحیح فہم اور حقیقی علم طلب کرنا۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔
قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً (طٰہٰ : ۱۱۴)
میرے رب میرے علم میں ترقی بخش
اور دعا کے لئے ضرور ہے طیب کھانا۔ طیب لباس۔ عقد ہمت۔ استقلال۔
دوم: صرف الٰہی رضامندی اور حق تک پہنچنے کے لئے خدا میں ہو کر کوشش کرنا جیسے فرمایا
وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت : ۷۰)
سوم: تدبر، تفکر۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔
اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا (محمد : ۲۴)
اور فرمایا
لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ
(آل عمران : ۱۹۱)
چہارم: حسن اعتقاد و حسن اقوال و حسن اعمال اور فقر۔ بیماری۔ مقدمات و مشکلات میں صبر و استقلال۔ اس مجموعہ کو قرآن نے تقوٰی کہا ہے دیکھو رکوع لیس البر (بقرہ: 177) اور اس کا ایک درجہ سورہ بقرہ کے ابتداء میں ہے جیسے فرمایا ہے کہ الغیب پر ایمان لاوے۔ پرارتھنا اور دعا اور بقدر ہمت و طاقت دوسرے کی ہمدردی کے لئے کوشش کرنیوالا متقی ہے۔ اور تقوٰی کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے
وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ (البقرہ : ۲۸۳)
لیکن خود پسند آدمی آیات الٰہی کے سمجھنے سے قاصر ہے جیسے فرمایا:۔
سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ (الاعراف : ۱۴۷)
پنجم: قرآن کریم کے معانی خود قرآن مجید اور فرقان حمید میں دیکھے جاویں۔ ششم: اسمائے الٰہیہ اور الٰہی تقدیس و تنزیہ کے خلاف کسی لفظ کے معنی نہ لئے جاویں۔ ہفتم: تعامل سے جس کا نام سنت ہے معانی لے اور اس سے باہر نہ نکلے۔ ہشتم: سنن الٰہیہ ثابتہ کے خلاف ورزی نہ کرے۔ نہم: لغت عرب و محاورات

ثابتہ عن العرب کے خلاف نہ ہو۔ دھم: عرف عام سے جس کو معروف کہتے ہیں معانی باہر نہ نکلیں۔ یازدھم: نور قلب کے خلاف نہ ہو۔ دوازدہم: احادیث صحیحہ ثابتہ کے خلاف نہ ہو۔ سیزدھم: کتب سابقہ کے ذریعہ بھی معانی قرآن حل کئے جاتے ہیں۔ چہاردھم: کسی وحی الٰہی اور الہام صحیح کے ذریعہ سے بھی معانی قرآن حل ہو سکتے ہیں۔ ہر ایک اصل کی مثالیں دوں تو ایک مجلہ ضخیم بن جاوے اور بعض اصول عام لوگوں کے استعمال میں آنے والے نہیں معلوم ہوتے اس لئے نمونہ کے طور پر بعض ان امور کے استعمال کی مثال بتاتے ہیں۔ (دیباچہ نور الدین صفحہ 8-9 نیز تشحیذ الاذھان ماہ ستمبر 1913ء)

"قرآن شریف کے علوم کے حصول کے ذرائع اللہ تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں بیان کر دئے ہیں۔ الرحمٰن علّم القرآن قرآن شریف کا سکھانا اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا تقاضا ہے۔ اس واسطے ضرورت کن چیزوں کی ہے وہ بھی خدا تعالیٰ نے خود بیان فرما دی ہیں۔

وَاتَّقُوا اللہ وَیُعَلِّمُکُمُ اللہ متقی کو خدا تعالیٰ معارف اور علوم قرآنی سے خبردار کر دیتا ہے اور تقویٰ ایک ذریعہ ہے قرآن دانی کے لئے۔ دوسری جگہ فرمایا ہے:-

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت : ۷۰)

تقویٰ کے ساتھ جہاد اور کوشش بھی شرط ہے۔ پس علوم قرآنی کا معلم خود اللہ تعالیٰ ہے اور اس فیض اور فضل رحمانی کا جاذب تقویٰ اور جہاد فی اللہ ہے۔

ہمارے نزدیک ہم نے ایک راہ کا تجربہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسانی دل میں سچی تڑپ اور پیاس علوم قرآنی کے حصول کے واسطے پیدا کر کے تقویٰ تام سے دعائیں کرے اور اس طرح سے قرآن شریف شروع کرے۔

دور اوّل: خود تنہا ایک مترجم قرآن شریف لے کر جس کا ترجمہ لفظی ہو انسان کی اس میں اپنی ملاوٹ کچھ نہ ہو اور اس کے واسطے میں شاہ رفیع الدین صاحب علیہ الرحمتہ کا ترجمہ پسند کرتا ہوں لیکن ہر روز بقدر طاقت بلا ناغہ کچھ حصہ قرآن کا پڑھا کرے اور لفظوں کے معنوں میں غور کرے پھر جہاں آدم اور شیطان کا حال مذکور ہو اپنے نفس میں غور کرے کہ آیا میں آدم ہوں یا کہ ابلیس۔ موسیٰ ہوں کہ فرعون۔ مجھ میں یہودیوں کے خصائل ہیں یا کہ مسلمانوں کے۔ اور اسی طرح سے عذاب کی آیات سے ڈرے اور پناہ مانگے اور رحمت کی آیات سے خوش ہو اور اپنے کو رحمت کا مورد بننے کے واسطے دعائیں کرے۔ ہر روز درود، دعا، استغفار اور لاحول پڑھ کر شروع کرے اور اسی طرح ختم کرے۔ اسی طرح سے دور اول ختم کر دیوے۔ اور اس دور میں ایک نوٹ بک پاس رکھے مشکل مقامات اس میں نوٹ کرتا جاوے پھر دور دوم

شروع کرے اور اس میں اپنی بیوی کو سامنے بٹھا کر سناوے اور یہ جانے کہ قرآن شریف ہم دونوں کے واسطے نازل ہوا ہے بیوی خواہ توجہ کرے یا نہ کرے یہ سنائے جاوے اور پہلے دور کی نسبت کسی قدر بسط کرتا جاوے اور پہلے طریق کی طرح اس دور کو بھی ختم کرے اور وہ پہلی نوٹ بک پاس رکھے اور اسے دیکھتا رہے پھر اس دور میں یہ دیکھے گا کہ بہت سے وہ مشکل مقامات جو دور اول میں نہیں سمجھتا تھا اس دور میں حل ہو جائیں گے۔اس دور ثانی کی بھی ایک الگ نوٹ بک تیار کرے۔

پھر اسی طرح سے دور ثالث شروع کرے اور گھر کے بچوں، عورتوں اور پڑوسیوں کو بھی اس دور میں شامل کرے مگر وہ لوگ ایسے ہوں کہ کوئی اعتراض نہ کریں اور پہلی اور دوسری دونوں نوٹ بکیں اپنے سامنے رکھے اس طرح اس دور میں دیکھے گا بہت سے مشکلات جو پہلے دونوں دوروں میں حل نہ ہوئے تھے اس دفعہ حل ہو جاویں گے۔اس دور کی ایک الگ نوٹ بک تیار کرے۔

دور ثالث کے بعد چوتھا دور عام مجمع کے سامنے شروع کرے مگر سامعین ہوں۔ان کے اعتراضات وغیرہ کے اگر جواب آتے ہوں تو دیتا جاوے ورنہ نوٹ بک میں نوٹ کرتا جاوے اور ان کے حل کے واسطے اللہ تعالیٰ کے حضور درد دل سے دعائیں کرتا رہے اور پانچواں دور شروع کر دے اور بلا امتیاز مسلمان و مشرک، کافر و مومن کو سنانا شروع کر دے اللہ تعالیٰ کا فضل اور فیضان اس کے شامل حال ہوگا اور ایک بہت بڑا حصہ قرآن شریف کا اسے سکھا دیا جاویگا اور ایک باریک در باریک حقائق و معارف اور اسرار کلام ربانی اس پر کھولے جاویں گے۔غرض یہ ہمارا مجرب اور آزمودہ طریقہ ہے پس جس کو قرآن سے محبت اور علوم قرآن سیکھنے کی پیاس اور سچی تڑپ ہو وہ اس پر کاربند ہو کر دیکھ لے۔(الحکم 7۔اکتوبر 1913ء صفحہ 6)

یاد رکھو کہ قرآن شریف پڑھو اس لئے کہ اس پر عمل ہو۔ایسی صورت میں اگر تم قرآن شریف کھول کر اس کا عام ترجمہ پڑھتے جاؤ اور شروع سے اخیر تک دیکھتے جاؤ کہ تم کس گروہ میں ہو کیا منعم علیہم ہو یا مغضوب ہو یا ضالین ہو اور کیا بننا چاہیئے۔منعم علیہم بننے کے لئے سچی خواہش اپنے اندر پیدا کرو پھر اس کے لئے دعائیں کرو۔جو طریق اللہ تعالیٰ نے انعام الٰہی کے حصول کے رکھے ہیں ان پر چلو اور محض خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے واسطے چلو۔اس طریق پر اگر صرف سورۃ فاتحہ ہی کو پڑھ لو تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے نزول کی حقیقت کو تم نے سمجھ لیا اور پھر قرآن شریف کے مطالب و معانی پر تمہیں اطلاع دینا اور اس کے حقائق و معارف سے بہرہ ور کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور یہ ایک صورت ہے مجاہدہ صحیحہ کی۔

(الحکم 24 اپریل 1904ء صفحہ 12)

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

حضرت مسیح موعود........ نے جو اصول تفسیر بیان کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

(1) آپ نے بتایا کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا راز ہے۔ اور راز ان پر کھولے جاتے ہیں۔ جو خاص تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے جیسا کہ حضرت محی الدین صاحب ابن عربی کی بعض کتب میں آیات قرآنیہ کی تفسیر آتی ہے تو ایسی لطیف ہوتی ہے کہ دل اس کی صداقت کا قائل ہو جاتا ہے۔ غرض حضرت مسیح موعود........ نے بتایا کہ قرآن کریم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلق باللہ حاصل ہو۔

(2) دوسرا اصل آپ نے یہ بتایا ہے کہ قرآن کا ہر اک لفظ ترتیب سے رکھا گیا ہے۔ اس نکتہ سے قرآن کریم کی تفسیر آسان بھی ہو گئی ہے اور اس کے لطیف معارف بھی کھلتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ جب کوئی قرآن کریم پر غور کرے تو اس بات کو مد نظر رکھے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایک لفظ کو پہلے کیوں رکھا ہے۔ اور دوسرے کو بعد میں کیوں۔۔ جب وہ اس پر غور کرے گا۔ تو اسے حکمت سمجھ میں آجائے گی۔

(3) قرآن کریم کا کوئی لفظ بے مقصد نہیں ہوتا۔ اور کوئی لفظ زائد نہیں ہوتا۔ ہر لفظ کسی خاص مفہوم اور مطلب کے ادا کرنے کے لئے آتا ہے پس کسی لفظ کو یونہی نہ چھوڑو۔

(4) جس طرح قرآن کریم کا کوئی لفظ بے معنی نہیں ہوتا اسی طرح وہ جس سیاق و سباق میں آتا ہے وہیں اس کا آنا ضروری ہوتا ہے پس معنی کرتے وقت پہلے اور پچھلے مضمون کے ساتھ تعلق سمجھنے کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر سیاق و سباق کا لحاظ نہ رکھا جائے تو معنی کرنے میں غلطی ہوتی ہے۔

(5) قرآن کریم اپنے ہر دعویٰ کی دلیل خود بیان کرتا ہے۔ اس کے متعلق مفصل پہلے بیان کر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جہاں قرآن کریم میں کوئی دعویٰ ہو۔ وہاں اس کی دلیل بھی تلاش کرو۔ ضرور مل جائے گی۔

(6) قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے جہاں کہیں کوئی بات نامکمل نظر آئے۔ اس کے متعلق دوسرا ٹکڑا دوسری جگہ تلاش کرو۔ جو ضرور مل جائے گا اور اس طرح وہ بات مکمل ہو جائے گی۔

(7) قرآن کریم میں تکرار نہیں۔

(8) قرآن کریم میں محض قصے نہیں ہیں۔ بلکہ ہر گذشتہ واقعہ پیشگوئی کے طور پر بیان ہوا ہے۔

(9) قرآن کریم کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہے۔۔۔ حضرت مسیح موعود...... نے بتایا کہ قرآن

کریم کا ایک لفظ بھی منسوخ نہیں ہے اور جن آیات کو منسوخ کہا جاتا تھا۔ ان کے نہایت لطیف معانی اور مطالب بیان فرمائے۔

(10) ایک گر آپ نے قرآن کریم کے متعلق یہ بیان فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کی سنت آپس میں مخالف نہیں ہو سکتے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی سائنس مخالف نہیں ہوتی۔ کیونکہ سائنس بعض اوقات خود غلط بات پیش کرتی ہے۔ اور اس کی غلطی ثابت ہو جاتی ہے بلکہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی سنت اس کے کلام کے خلاف نہیں ہوتی ہاں یہ ممکن ہے کہ جس طرح کلام الٰہی کے سمجھنے میں لوگ غلطی کر جاتے ہیں اسی طرح فعل الٰہی کے سمجھنے میں بھی غلطی کر جائیں۔

(11) آپ نے یہ بھی بتایا کہ عربی زبان کے الفاظ مترادف نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے حروف بھی اپنے اندر مطالب رکھتے ہیں۔ پس ہمیشہ معانی پر غور کرتے ہوئے اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیئے جو اس قسم کے دوسرے الفاظ میں پائے جاتے ہیں تا کہ وہ زائد بات ذہن سے غائب نہ ہو جائے جو ایک خاص لفظ کے چننے میں اللہ تعالیٰ کے مد نظر تھی۔

(12) قرآن کریم کی سورتیں بمنزلہ اعضاء انسانی کے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مل کر اور ایک دوسرے کے مقابل پر اپنے کمال ظاہر کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کسی بات کو سمجھنا ہو تو سارے قرآن پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ ایک ایک حصہ کو الگ الگ نہیں لینا چاہیئے۔

(13) تیرھویں غلطی، لوگوں کو یہ لگی ہوئی تھی کہ وہ سمجھتے تھے قرآن کریم احادیث کے تابع ہے حتیٰ کہ یہاں تک کہتے تھے کہ احادیث قرآن کی آیات کو منسوخ کر سکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود...... نے اس غلطی کو اس طرح دور کیا کہ آپ نے فرمایا قرآن کریم حاکم ہے۔ اور احادیث اس کے تابع ہیں۔ ہم صرف وہی حدیث مانیں گے۔ جو قرآن کریم کے مطابق ہوگی۔ ورنہ رد کر دیں گے اسی طرح وہ حدیث جو قانون قدرت کے مطابق ہو وہ قابل تسلیم ہوگی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کا فعل مخالف نہیں ہو سکتے۔

(14) چودھواں نقص لوگوں میں یہ پیدا ہو گیا تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ قرآن ایک مجمل کتاب ہے جس میں موٹی موٹی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، باتوں کی تفصیل اس میں نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود...... نے اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کریم ایک مکمل کتاب ہے۔ جس نے روحانیات، معادیات، تمدنیات، سیاسیات اور اخلاقیات کے متعلق جتنے امور روحانی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ وہ سارے کے سارے بیان کر دیئے ہیں۔ اور فرمایا۔ میں یہ سب باتیں نکال کر دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

(15) پندرھویں غلطی یہ لوگوں کو لگی ہوئی تھی کہ قرآن کریم کی بعض تعلیمیں وقتی اور عرب کی حالت اور اس زمانہ کے مطابق تھیں۔ اب ان میں تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ سید امیر علی جیسے لوگوں نے لکھ دیا کہ فرشتوں کا اعتقاد اور کثرت ازدواج کی اجازت ایسی ہی باتیں ہیں در اصل یہ لوگ عیسائیوں کے اعتراضوں سے ڈرتے تھے۔ اور اس ڈر کی وجہ سے لکھ دیا کہ یہ باتیں عربوں کے لئے تھیں۔ ہمارے لئے نہیں ہیں۔ اب ان کو چھوڑا جاسکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود........ نے فرمایا۔ یہ بات غلط ہے قرآن کریم کے سارے احکام صحیح اور کوئی حکم وقتی نہیں۔ سوا اس کے جس کے متعلق قرآن کریم نے خود بتا دیا ہو کہ یہ فلاں وقت اور فلاں موقع کے لئے حکم ہے۔

آپ نے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری شریعت لانے والے تھے۔ اس لئے سب تعلیمیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اور ہر زمانہ کے لئے ہیں۔ ہاں ان تعلیموں پر عمل کرنے کے اوقات خود اس نے بتا دیئے ہیں اور قرآن کریم کی کوئی ایسی تعلیم نہیں ہے جس پر عمل ہمیشہ کے لئے بند ہو یا ایسی کوئی تعلیم نہیں ہے جس پر کوئی عمل نہ کر سکے۔ اور تفصیلاً آپ نے ان اعتراضوں کو دور کیا جو ملائکہ اور کثرت ازدواج اور ایسے ہی دوسرے مسائل پر پڑتے تھے۔

(16) سولھویں غلطی لوگوں کو یہ لگ رہی تھی کہ وہ قرآن کریم کو ایک متبرک کتاب قرار دیتے تھے اور روزمرہ کام آنے والی کتاب نہیں سمجھتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اس کی تلاوت اور اس کے مطالب پر غور کرنے کی طرف سے وہ بالکل بے پرواہ ہوگئے تھے۔ خوبصورت جزدانوں میں لپیٹ کر قرآن کریم کو رکھ دینا یا خالی لفظ پڑھ لینے کافی سمجھتے تھے۔ کہیں قرآن کریم کا درس نہ ہوتا تھا حتی کہ اس کا ترجمہ تک نہیں پڑھایا جاتا تھا ترجمہ کے لئے سارا دارومدار تفسیروں پر تھا۔ حضرت مسیح موعود........ ہی اس زمانہ میں وہ شخص ہوئے ہیں جنہوں نے قرآن کو قرآن کر کے پیش کیا۔ اور توجہ دلائی کہ قرآن کا ترجمہ پڑھنا چاہیئے۔ آپ سے پہلے قرآن کا کام صرف یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ جھوٹی قسمیں کھانے کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا مردوں پر پڑھا جائے۔ یا اچھا خوبصورت غلاف چڑھا کر طاق میں رکھ دیا جائے۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ شاعروں نے خدا تعالیٰ کی حمد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں تو بے شمار نظمیں لکھی ہیں۔ مگر قرآن کریم کی تعریف میں کسی نے بھی کوئی نظم نہیں لکھی۔ پہلے

انسان حضرت مرزا صاحب ہی تھے۔ جنھوں نے قرآن کی تعریف میں نظم لکھی اور فرمایا:-

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھنی ہوتی ہے تو وہ انہیں مل جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی حمد کے شعر پڑھنے ہوتے ہیں تو وہ انہیں مل جاتے ہیں۔ مگر قرآن کریم کی تعریف میں انہیں کوئی نظم نہیں ملتی۔ اور دشمن سے دشمن بھی حضرت مسیح موعود...... کے اشعار پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہوئے کہ مرزا صاحب خود تو برے تھے۔ مگر یہ شعر انہوں نے بہت اچھے کہے ہیں۔ آپ کے کلام کو پڑھنے لگ جاتے ہیں اور اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود...... صحیح معنوں میں قرآن کریم کو ثریا سے لائے ہیں۔" (سیرت حضرت مسیح موعود ص۸۱ تا ص۸۸)

بقیہ ص ۱۹

عبودیت ہے۔ یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصان ذاتی اپنا پیش نظر رکھتے ہیں اور بشہود کبریائی حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں۔ اور اپنی اصل حقیقت ذلت اور مفلسی اور ناداری اور پر تقصیری اور خطاواری سمجھتے ہیں۔...... اور تمام نیکیوں کا چشمہ اسی کی ذات کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفات الٰہیہ کے کامل شہود سے ان کے دل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں۔ اور عظمت الٰہی کا پر جوش دریا ان کے دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزار ہا طور کی نیستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خفی کے ہر یک رگ و ریشہ سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں۔

اور منجملہ ان عطیات کے ایک یہ ہے کہ ان کی معرفت اور خدا شناسی بذریعہ کشوف صادقہ اور علوم لدنیہ و الہامات صریحہ و مکالمات و مخاطبات حضرت احدیت و دیگر خوارق عادت بدرجہ اکمل و اتم پہنچائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ان میں اور عالم ثانی میں ایک نہایت رقیق اور شفاف حجاب باقی رہ جاتا ہے جس میں سے ان کی نظر عبور کر کے واقعات اخروی کو اسی عالم میں دیکھ لیتی ہے برخلاف دوسرے لوگوں کے کہ جو بباعث پر ظلمت ہونے اپنی کتابوں کے اس مرتبہ کاملہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث قرآن کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تو قرآن کریم کا چودہ سو سال پہلے کا یہ دعویٰ کہ وہ مصدق الذی بین یدیہ ہے، یعنی پہلی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کی طرف بھیجا گیا ہے خود ایک عظیم صداقت اور اس کی حقانیت پر ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ نزول قرآن کے وقت بہت سی کتب سماوی ایسی تھیں جن کے متعلق کسی کو کچھ بھی پتہ نہ تھا، لیکن اب وہ باتیں ظاہر ہو رہی ہیں اور چونکہ اب اشاعت کتب کی بہت سی سہولتیں ہو گئی ہیں اس لئے بہت سی چھپی ہوئی اور نامعلوم باتیں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ اور ہر نئی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ قرآن کریم کی ہی تصدیق کر رہی ہوتی ہے کہ قرآن کریم کا بھیجنے والا یقیناً اصدق الصادقین ہے۔ جو بات وہ کہتا ہے سچی ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کسی کو کبھی بھی شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی علم تو بڑھ رہا ہے۔ اگر کبھی آئندہ کوئی سابقہ شریعت (جو اس وقت انسان کے سامنے نہیں) انسان کے سامنے آ جائے تو یقیناً اس میں بھی ہم پائیں گے کہ ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے۔

پس فرمایا کہ یہ کتاب جامع ہے تمام برکات کی۔ اس لئے یہ مُصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ ہے۔ پہلی تمام صداقتوں کی تصدیق کرتی ہے اور پہلی پیشگوئیوں کے مطابق اس کا نزول ہوا ہے۔ ہر نبی کو یہ فکر تھی کہ جو عظیم الشان نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آنے والا ہے کہیں میری امت غلطی سے اس کا انکار کر کے خدا تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مورد نہ بن جائے اور ان سب انبیاء کو اس چیز سے دلچسپی تھی۔ کیونکہ یہ کتاب (قرآن) ہر قوم کے لئے تھی۔ اس لئے وہ ان سب قوموں کا مشترکہ روحانی مائدہ تھا۔ اور ان سب نبیوں کی قوم نے اس سے فیوض حاصل کرنے تھے۔ اس لئے ان سب کو فکر تھی کہ کہیں ان کی قوم اس ابدی آتشی شریعت سے محروم نہ ہو جائے اور مورد غضب الٰہی نہ بن جائے اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا

یعنی تیرے اوپر یہ فضل اس لئے کیا گیا ہے اور یہ کتاب مبارک اس لئے اتاری گئی ہے کہ تا تو نہ صرف مکہ اور اہل عرب بلکہ وَمَنْ حَوْلَهَا تمام ان آبادیوں میں رہنے والی اقوام کو بھی ڈرائے جو عرب کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

بشارت اور انذار دونوں ہی پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کو کھول کر بیان کر دیتا ہے اور کبھی ایک کو بیان کر دیتا ہے اور دوسری انڈرسٹڈ (UNDER STOOD) ہوتی ہے یعنی سمجھا

جاتا ہے کہ یہ بھی یہاں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا کہ یہ کتاب جو مبارک بھی ہے اور مصدق بھی ہے اس لئے تجھ پر نازل کی گئی ہے کہ تو تمام اقوام عالم کو خدائے واحد و یگانہ اور قادر و توانا کی طرف پکارے اور ان کو دعوت دے کہ اس پاک صحیفہ کو تسلیم کرو جس کے متعلق پیشگوئیاں تمہاری کتاب میں بھی کی گئی تھیں اور اس پر ایمان لاؤ تاکہ تم تمام ان برکات سے حصہ لو جو اس کی اتباع کے نتیجہ میں تمہیں مل سکتی ہیں لیکن اپنی کتب کی پوری اتباع کے باوجود تمہیں نہیں مل سکتیں۔

امّ القریٰ سے میں نے عرب مراد لی ہے اس لئے کہ ہمارے عام محاورہ میں بھی جب کسی ملک کے دارالخلافہ کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد وہاں کی قوم، وہاں کی حکومت اور وہاں کے رہنے والے شہری ہوتے ہیں۔ لغوی معنے بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ مفردات راغب میں لکھا ہے کہ مکہ کو ام القریٰ اس لئے کہتے ہیں کہ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو زمین کو بچھایا تو اس کا مرکزی نقطہ مکہ تھا اور زمین کا وجود اس نقطہ مرکزی کے گرد ظہور پذیر ہوا ہمیں لفظی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں، مجازی طور پر ہم اس کے بڑے اچھے اور صحیح معنے کر سکتے ہیں۔ اور وہی ہمیں کرنے چاہئیں۔ بہرحال یہ تخیل پہلے سے موجود تھا کہ مکہ دنیا کے لئے ایک مرکزی نقطہ ہے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ امّ القریٰ کے لفظ سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم نے مکہ کو دنیا کے لئے مرکزی نقطہ بنا دیا ہے اس لئے کہ امّ کے معنی ہیں وہ چیز جو دوسری چیز کے لئے بطور اصل کے ہو۔ اس کے وجود، اس کی ابتداء، اس کی تربیت اور اس کی اصلاح کے لئے۔ تو فرمایا کہ امّ القریٰ یعنی مکہ کو دنیا کی اصلاح اور تربیت کے لئے ہم مرکزی نقطہ بنا رہے ہیں۔ اس لئے اے رسولؐ! اٹھ اور ان لوگوں کو تیار کر۔ تاکہ وہ دنیا میں پھیلیں اور خدائے واحد کی تبلیغ کریں اور اس کے نام کا جھنڈا بلند کریں اور قرآن کریم کے نور سے دنیا کو منور کرنے کی کوشش کریں۔ لتنذر ام القریٰ پہلے عرب کو تیار کرو اور وہاں استاد پیدا کرو۔ ومَن حولھا پھر یہ باہر نکلیں گے اور ایک دنیا کے معلم اور راہبر بنیں گے۔ تاریخ کے اوراق الٹتے چلے جائیں۔ امت مسلمہ کی تاریخ لِتُنذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَھَا ہی کی کھلی تفسیر ہے۔

(قرآنی انوار خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث صفحہ 77 تا 79)

شکر خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں ٭ غنچے تھے سارے پہلے اب گُل کھلا یہی ہے
کیا وصف اس کے کہنا، ہر حرف اس کا گہنا ٭ دلبر بہت ہے دیکھیں دل لے گیا یہی ہے

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تعلیم القرآن کے ضمن میں نیا منصوبہ اور اس بابرکت منصوبہ کی تکمیل میں ذیلی تنظیموں کی ذمہ داریاں

(انٹرنیشنل شوریٰ جولائی ۱۹۹۱ء منعقدہ اسلام آباد (ٹلفورڈ) کے موقع پر انگریزی خطاب سے اقتباس کا ترجمہ)

"نیا منصوبہ اور ذیلی تنظیموں کی ذمہ داریاں

میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ذریعہ یہ منصوبہ آپ کے تمام ممالک میں پہنچایا جائے اور وہاں اس کا نفاذ ابتداءً جماعتوں کے ذریعہ نہیں بلکہ ذیلی تنظیموں کے ذریعہ کیا جائے مثلاً خدام الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور انصار اللہ وغیرہ۔ بنیادی طور پر میں انہی سے مخاطب تھا۔ اس سلسلے میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ وغیرہ کے بعض اجتماعات میں میری ان سے تفصیلی ہدایات کو مکمل طور پر ریکارڈ کر کے محفوظ کیا جا چکا ہے۔ قرآن کریم کو درست طور پر پڑھانے اور تلاوت کرنے نیز اس کے معانی سکھانے والوں کو لازمی طور پر یہ کیسٹ حاصل کرنے چاہئیں اور وہ ان کیسٹوں کو سنیں اور مجھے رپورٹ دیں۔

انتہائی مقصد کہ ہر احمدی استاد بن جائے

میں یہ ہدایت جاری کر کے اس وقت تک مطمئن نہ ہوں گا جب تک کہ مجھے مختلف ممالک سے یہ اطلاع بواپسی نہ ملے کہ انہوں نے امراء یا اس غرض کے لئے مقرر شدہ عہدیداران خدام الاحمدیہ یا انصار اللہ وغیرہ کی موجودگی میں یہ کیسٹ سن لئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے ہدایات کو بڑی توجہ سے سن لیا ہے نیز یہ کہ وہ اسی طرح ان ہدایات کو نافذ کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ میں صرف اس صورت میں مطمئن ہوں گا ورنہ یہ پیغام رائیگاں جائے گا اور نتیجہ نہیں نکلے گا۔ کئی ممالک ایسے ہیں جنہوں نے میرے اس

پیغام کو سنجیدگی سے لیا ہے آپ میرے پیغامات کی روح اور تفصیل میرے آڈیو وڈیو کیسٹوں سے جان سکتے ہیں لب لباب یہ ہے کہ ہم بہت وسیع پیمانہ پر اساتذہ تیار کرنا شروع کریں۔ ہمارا انتہائی مقصد یہ ہوگا کہ ہر احمدی، مرد ہو یا عورت، قرآن کریم صحت کے ساتھ سکھانے والا استاد بن جائے۔ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کلاسیں کتنی ہی کامیاب کیوں نہ ہوں مگر سارا سال جاری نہیں رکھی جاسکتیں۔ ایک تو یہ مسئلہ ہے اور دوسرا یہ کہ کبھی کبھار پڑھنے والے بچے کلاسیں ختم ہونے کے فوراً بعد بھولنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر وہ سب پڑھا پڑھایا مکمل طور پر کھو بیٹھتے ہیں۔

تربیتی کلاسز اور میری آواز

اکثر ممالک میں احمدیوں کی اکثریت ایسے علاقوں میں نہیں جہاں عملی طور پر سب بچے ملکی ذیلی تنظیموں کے زیر اہتمام ہونے والی کلاسوں میں شرکت کر سکیں۔ مثلاً اگر آپ گوٹن برگ (سویڈن) میں کوئی کلاس منعقد کریں تو سارا ملک ایک طرف رہا صرف گوٹن برگ کے احمدی بچوں کے لئے کلاس میں آنا اور اس میں باقاعدہ شریک ہونا ممکن نہیں۔ صرف چند فیصد حاضر ہو سکیں گے اور وہ بھی درست طور پر، جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو، قرآن پڑھنا سیکھ نہ پائیں گے........ نیز یہ طلباء صرف تھوڑے عرصہ کے لئے اپنی کلاسوں میں حاضر ہو کر پڑھائی کریں گے۔ کلاس کی کامیابی یہی ہوگی کہ آپ نے طلباء کو انعامات دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی ہے اور پھر یہ معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا۔ معاملات کو سنجیدگی سے لینے کا یہ کوئی طریق نہیں۔ ایسے معاملات جو آپ کی زندگی کا مقصد ہوں۔ قرآن کریم پڑھانا کوئی معمولی سی بات نہیں۔ قرآن کریم کو سمجھنا، پہلے اس کی تلاوت کرنا پھر اسے سمجھ کر اس پیغام کو دنیا بھر تک پہنچانا ایک احمدی کی زندگی کا مقصد ہے۔ پس یہ میری آرزو ہے، بلکہ شائد آرزو کا لفظ اس سلسلہ میں درست نہ ہو۔ یہ صرف ایک آرزو نہیں ہے بلکہ میرا مطمع نظر یہ ہے کہ اسی طرح ہونا چاہیئے۔ تمام احمدیوں سے یہ خدا تعالیٰ کا کم از کم مطالبہ ہے۔ چنانچہ ایک احمدی سے خدا تعالیٰ کے کم از کم مطالبہ کے میرے تصور کے مطابق ہر احمدی کو قرآن کریم کی عربی زبان میں تلاوت کرنے اور اس سے برکت حاصل کرنے کے قابل ہونا چاہیئے۔

عربی متن سے خدا کا پیغام سمجھنا

ہر احمدی کو اپنی پوری صلاحیت کی حد تک ترجمہ کے واسطہ سے نہیں بلکہ براہ راست عربی متن سے خدا کے پیغام (قرآن کریم) کو سمجھنا چاہیئے۔ گو ترجمہ کا نظام ضروری ہے مگر ناگزیر مجبوری کے تحت، لیکن یہ کافی نہیں۔ ہر کسی کو علم ہونا چاہیئے کہ اس طرح ترجمہ کیوں کیا جاتا ہے۔ کسی اور طریقہ سے کیوں نہیں۔ اس لئے کہ اصل عربی الفاظ مختلف امکانی معانی کے متحمل ہوتے ہیں مگر مترجم کو ان میں سے صرف ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی خود معین طور پر الفاظ کے معانی نہیں جانتا تو وہ ترجمہ کرنے میں کئی لحاظ سے غلطیوں کا ارتکاب کرے گا اولاً اس کا قرآن کریم کے بارہ میں تصور ہمیشہ محدود رہے گا۔ اس کا فہم قرآن (مثلاً) مولوی شیر علی صاحب کے ترجمہ قرآن کی حد تک ہوگا۔ یا اس کا فہم قرآن ملک غلام فرید صاحب کے ترجمہ قرآن کی حد تک ہوگا۔ اس بات کا انحصار اس امر پر ہوگا کہ وہ کونسا ترجمہ قرآن پڑھتا ہے۔ مگر قرآن کریم یہی کچھ تو نہیں۔ قرآن اس سے کہیں زیادہ بے کراں کتاب ہے۔ اس سے کہیں زیادہ عمیق اور گہرائی والی ہے۔ پس میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ ذاتی تعلق ضروری ہے۔ کیونکہ ہم وقت کے لحاظ سے ایک اہم مقام یعنی نئی صدی کے سر پر کھڑے ہیں جو ہمارے سامنے ہے چنانچہ ہم حضرت مسیح معود مہدی موعود کے وقت یعنی ایک صدی قبل کے مقابلہ میں ایک نچلے مقام سے اپنے سفر کا آغاز کر رہے ہیں۔

نئی صدی اور میرا مشن

کئی ایک معاملات میں مختلف لحاظ سے ہم بہت نیچے جا چکے ہیں۔ بعض امور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے نمایاں طور پر ترقی بھی کی ہے۔ لیکن قرآن کریم سیکھنے، تلاوت قرآن، پنج وقتہ نماز اور اللہ تعالیٰ سے براہ راست تعلق کے معاملات میں ہمیں اپنی نگاہ بلند کر کے بلندیوں تک لازمی طور پر پہنچنا چاہیئے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ترقی کرنی چاہیئے یہ امر رفقاء حضرت مسیح موعود مہدی معہود کی توہین نہیں بلکہ ان کی ستائش ہے۔ حقیقی مومن اور پاکباز بندوں کو اس آرزو اور دعا کے ساتھ اپنی اولادوں کو پیچھے چھوڑنا چاہیئے کہ وہ تمام خوبیوں میں خود ان سے بھی آگے نکل جائیں۔ آپ کو بھی یہی دعا اپنی اولاد کے لئے کرنی چاہیئے۔ پس یہ کسی لحاظ سے بھی کوئی توہین نہیں بلکہ یہ تو ان کی نیک آرزوؤں کی ستائش ہے۔ اور ان رفقاء مسیح موعود کی آرزوؤں کے دلی احترام کے نتیجہ میں موجودہ نسل کے لئے منصوبہ بنانا چاہتا

ہوں۔ اور ہمیں صاف سیدھے لفظوں میں سب سے نچلی سطح سے آغاز کرنا چاہیئے۔

چار پانچ سال کا منصوبہ

اس طرح میں نے اگلے چار پانچ سال کا منصوبہ بڑے غور و فکر کے بعد بنایا ہے۔ ہم قرآن کریم کی تلاوت سکھانے کا آغاز آڈیو وڈیو کی مدد سے کریں گے لیکن یہ کلاسیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل مختلف ہوں گی۔ میں نے ذیلی تنظیموں کو ہدایت دی ہے کہ وہ ایسے افراد کو طلب کریں جو استاد کے طور پر خدمت کے لئے تیار ہوں خواہ ان کی تعداد تھوڑی ہو۔ اپنی متعلقہ ذیلی تنظیموں سے انصار، لجنات اور خدام وغیرہ کا انتخاب کریں۔ وہ اس کے لئے آگے آئیں۔ مثلاً پندرہ دن کے لئے انہیں صرف اتنا کچھ پڑھایا جائے (اور اس سے زائد ہرگز نہیں) جسے وہ پوری اہلیت کے ساتھ اخذ کر سکیں۔ یہاں تک کہ اس قدر علم وہ نہایت مہارت سے دوسروں کو سکھا سکیں نیز آڈیو وڈیو کے آلات سے انہیں متعارف کرایا جائے اور یہ کہ ان سے کس طرح استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بھی ایک ٹریننگ ہے جس کی ہم سب کو ضرورت ہے۔

خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھائیں

یہ سب کچھ کر لینے کے بعد اگلا مرحلہ اس وقت آئے گا جب وہ تربیت یافتہ استاد اپنے قصبوں اور علاقوں میں واپس جائیں گے۔ وہاں جا کر ان کا کام ہوگا کہ اس قسم کی کلاسیں جاری کریں اور دوسروں کو تعلیم دیں، عام شاگردوں کی طرح نہیں بلکہ جس طرح ٹریننگ کالجوں کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔......اور جب ان کے بارے میں یقین ہو جائے کہ اب یہ آگے دوسروں کو اسی قدر پڑھا سکتے ہیں تو یہ حسب دستور کلاسیں جاری کر کے مزید شاگردوں کو وہ کچھ پڑھائیں جو انہوں نے سیکھا ہے۔ اور ان کے استاد اپنے پہلے استادوں کے پاس جائیں جنہوں نے اب تک مزید علم حاصل کر لیا ہوگا، اور وہ یہ مزید علم حاصل کریں اور اچھی طرح حاصل کرنے کے بعد اپنے پرانے شاگردوں کے پاس جائیں اور انہیں یہ زائد علم پڑھائیں اور یہ سلسلہ جاری رہے۔

آہستہ اور محتاط آغاز

ہر جگہ مناسب طور پر اس سکیم کے نفاذ کی صورت میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ ترقی کی رفتار آہستہ ہوگی اور اسے آہستہ ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اس معاملہ میں ہمیں یہ آہستہ اور محتاط آغاز کی ضرورت ہے۔ رپورٹ فارم کو بے ضابطہ قسم کی مساعی سے بھرنا اس پروگرام کے لئے خودکشی کے مترادف ہوگا۔ حتی کہ شروع کے تین ماہ میں، مثال کے طور پر آپ لندن بھر کے لئے جو بہت بڑی جماعت ہے صرف دس اساتذہ تیار کر سکتے ہیں۔ میں اس صورت حال پر زیادہ خوش ہوں گا بہ نسبت اس کے مجھے بتایا جائے کہ ہم نے ایک ہزار بچوں کے لئے کلاسوں کا انعقاد کیا۔ جو کلاسوں میں شریک ہونے کے لئے آئے مگر بعد ازاں پڑھائی سے ان کا رابطہ منقطع ہوگیا یا یہ کہ وہ سب کچھ بھول گئے جو انہوں نے کلاسوں میں چند دنوں یا چند ہفتوں کے دوران سیکھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کلاس کا کس طرح آغاز ہونا چاہیئے

نیویارک میں بچوں کی کلاس کا معائنہ کرتے ہوئے میں نے وہاں کسی قدر عملی مظاہرہ بھی کیا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ کچھ بچے قرآن کریم ناظرہ ختم کرنے پر میرے ہاتھ سے انعامات وصول کریں گے جب میں نے قرآن کریم کے ترجمہ اور دوسرے امور کے بارہ میں سوالات دریافت کئے تو میں نے مختلف امور کو مکمل طور پر نظر انداز حالت میں پایا۔ پس میں نے عملی مظاہرہ کرتے ہوئے بتایا کہ کلاسوں کا کس طرح آغاز ہونا چاہیئے اور یہ کہ آڈیو وڈیو کی سہولت بھی دستیاب ہے۔ میری خواہش ہے کہ اس طریق پر پڑھائی کرائی جائے اور اگر مزید بہتر بنایا جا سکے تو بہت خوب ہوگا۔ لیکن یہ تو کم از کم ہے جو بہر حال آپ نے کرنا ہے کیونکہ عام طور پر وڈیو اور آڈیو کے رابطہ سے استفادہ نہیں کیا جاتا کیونکہ یہ مواد مختلف ممالک کو بھجوایا جاتا ہے اور پھر وہ اس بارہ میں خواب خرگوش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر اتنا مواد جمع ہو جاتا ہے کہ وہ سب کچھ کرنے سے عاجز آجاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں قبل ازیں بتایا ہے اور آپ کو اب بتاتا ہوں کہ خدام، لجنات اور انصار کی کمیٹیاں صرف اس خاص مقصد کے لئے قائم کی جائیں اور وہ ہمیشہ سارے مواد کو توجہ سے سنتی رہیں۔ جو قرآن کریم کے مطالعہ یا نماز سے متعلق ہے اور پھر وہ مجھے اپنی ماہانہ یا سالانہ رپورٹوں کے ذریعہ بواپسی اطلاع دیں کہ انہوں نے ان سب ہدایات کو بخوبی سن لیا ہے اور یہ کہ وہ ان ہدایات پر عمل کرنے میں پوری طرح مستعد ہیں۔ کلاسوں کے بارہ میں ادھر ادھر کی باتوں پر مبنی لمبی رپورٹوں کی بجائے بہتر ہے کہ آپ اپنا اور میرا وقت بچائیں اور مستقبل کی نسلوں کے مفاد کا تحفظ کریں۔ پس (یہ کمیٹیاں) مجھے معین طور پر بتائیں کہ انہوں نے میری ہدایات پر مشتمل کیسٹوں کو

سن لیا ہے اور ہدایات پر عمل شروع کر دیا ہے آج کل آڈیو وڈیو کی مدد سے مختلف عمروں کے مرد اور خواتین کو بطور استاد تیار کیا جارہا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کیونکہ جب آپ انہیں مختلف مقامات پر تیاری کرواتے ہیں تو زیر تربیت ("استاد طالب علم") اپنے علم کے لحاظ سے بھی مختلف ہوں گے۔

موزوں ترین اساتذہ کا انتخاب

پس سب سے پہلے، آغاز کا موزوں ترین اساتذہ کے انتخاب سے ہونا چاہیئے۔ یہ بہت اہم ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے اکثر ترقی یافتہ ممالک اور تیسری دنیا کے چند ممالک میں ہمارے پاس کچھ اہل افراد موجود ہیں۔ گو ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ یہ ہمارا ابتدائی سرمایہ ہے۔ اس ابتدائی سرمایہ کو مناسب رنگ میں دانش مندی کے ساتھ کام میں لائیں اور اسے بڑھائیں اور ایک مرتبہ جب یہ بڑھنا شروع ہو جائے تب انشاء اللہ تعالیٰ ہم میدان میں پورے طور پر برسرکار ہوں گے۔ آخر کار ہماری تعداد کروڑوں ہو جائے گی۔

پس یہ منصوبہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک براہ راست میری زبان سے ہدایات سنے اور سمجھے خواہ جماعتی عہدیدار ہو یا نہ ہو۔ جب آپ اپنے وطن یا جماعت میں جائیں تو ازراہ کرم یہ کیسٹ اپنے ساتھ لے جائیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ یہ بیان شدہ امور بھول چکے ہوں۔

آخری بات............عظیم الشان نتائج

اب میں آخری بات کہنا چاہتا ہوں کہ احمدی میری زبان سے ان ہدایات کو سنیں نہ کہ آپ کے واسطہ سے ترجمہ ہو کر میرے منصوبے ان تک پہنچیں۔ پس کچھ لوگوں کو بلا کر انہیں یہ سب کچھ براہ راست سننے کا موقع فراہم کریں اور ان میں اس طور پر عمل کے لئے تحریک پیدا ہو جیسا کہ میری خواہش ہے۔ پھر اپنے طور پر بھی موثر ذرائع بروئے کار لائیں لیکن میرا اصل پیغام پوری درستی اور صحت کے ساتھ پہنچائیں۔

مجھے امید ہے کہ اگر آپ میری ہدایات پر عمل کریں گے تو انشاء اللہ عظیم الشان نتائج دیکھیں گے مگر صبر شرط ہے۔ آپ صرف چند مہینوں میں نتائج دیکھ سکتے ہیں۔ پہلا سال انتہائی مشکل ہوگا۔ دوسرا برس قدرے آسان ہوگا اور بالآخر آپ پورے طور پر فائدہ اٹھا سکیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)"

فضائلِ قرآنِ مجید

جمال و حُسنِ قرآں نُورِ جانِ ہر مُسلماں ہے
قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے

کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لُولُوئے عمّاں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قولِ بَشر کیونکر برابر ہو
وہاں قُدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی
سخن میں اُس کے ہمتائی، کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں اِک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے
خدا سے کچھ ڈرو یارو، یہ کیسا کذب و بہتاں ہے؟

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے؟

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے؟
خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے

○

قرآن حکیم کے فضائل سے متعلق آسمانی بشارات

محترم شیخ عبدالقادر صاحب ۔ لاہور

قرآن حکیم ایک ایسی فقید المثال آسمانی کتاب ہے کہ اس کا تذکرہ پہلے صحیفوں میں بھی موجود ہے۔

○ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں تیری مانند ایک نبی برپا ہوگا میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالونگا۔ (استثناء 18/18)

اس بشارت میں بتایا گیا کہ اس نبی پر نازل ہونیوالی کتاب خالصتاً کلام اللہ ہوگی اس میں ایک حرف بھی بغیر خدا کے کلام کے نہیں ہوگا۔

○ آٹھویں صدی قبل مسیح میں حضرت یسعیاہ نبی برپا ہوئے ان کو قرآن میں الیسع کہا گیا۔ انہوں نے ایک نازل ہونے والی عظیم الشان کتاب کی بشارت دی۔ افسوس ان کے کلام کو سمجھا نہیں گیا اور مختلف ترجموں میں ان کی بشارات کو بگاڑ دیا گیا ان کو خبر دی گئی کہ ایک نبی دانش و حکمت لیکر آئیگا اور خدا کا کلام سنائیگا۔ نبی کا لفظ کسی ترجمہ میں نہیں ہے۔ نیو انگلش بائیبل (1970ء) میں اس لفظ کو بحال کیا گیا۔ پوری بشارت کے الفاظ یہ ہیں۔

"وہ نبی کس کو دانش سکھائیگا؟ کس کو وعظ کر کے سمجھائیگا؟ کیا ان کو جن کا دودھ چھڑایا گیا جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے؟ کیونکہ حکم پر حکم۔ حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ لیکن وہ بیگانہ لبوں سے اور (اعرابی) اجنبی زبان سے ان لوگوں سے کلام کریگا......

پس خداوند کا کلام ان کے لئے حکم پر حکم، حکم پر حکم، قانون پر قانون، قانون پر قانون، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں ہوگا"۔ (یسعیاہ 13-28/9)

افسوس اس بشارت کو سریانی ترجمہ میں تبدیل کر دیا گیا "حکم پر حکم، قانون پر قانون، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں" کی بجائے یوں کر دیا گیا (نعوذ باللہ من ذالک)

"غلاظت پر غلاظت، غلاظت پر غلاظت، قے پر قے، قے پر قے، تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں"

(سریانی بائیبل ترجمہ از جارج ایم لامسا)

حالانکہ اس بشارت میں بتایا گیا تھا اس نبی پر خدا کا کلام یکبارگی نازل نہیں ہو گا بلکہ حسب ضرورت نازل ہو گا آغاز غار حرا سے ہو گا کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں، کچھ جنگل میں کچھ یہاں کچھ وہاں۔ نزول وحی کی یہ کیفیت ہے جس کا اظہار کیا گیا۔

o کتاب یسعیاہ کے اگلے باب یعنی باب 29 میں اقرء کی صدا کا ذکر ہے اس کو بھی مختلف ترجموں میں چھپا دیا گیا نیو ورلڈ ٹرانسلیشن (1961ء) میں کچھ واضح ترجمہ ہے اس ترجمہ کی رو سے الفاظ یہ ہیں۔

ضروری ہے کہ (یہ سربمہر) کتاب ایک ایسے شخص کو دی جائے جو ناخواندہ ہے کوئی ہستی اسے کہہ رہی ہے برائے مہربانی اسے باآواز بلند پڑھو اور وہ کہتا ہے کہ میں تو سرے سے لکھنا پڑھنا جانتا ہی نہیں۔

(یسعیاہ 29/12)

یہاں عبرانی متن میں پڑھو کے لئے قراء کا لفظ ہے جو اس صدا کا حصہ ہے جو غار حرا میں بلند ہوئی بخاری شریف میں اقرء کے جواب میں وَمَا اَنَا بِقَارِیٍٔ ہے۔ یعنی فرشتہ آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے کہا پڑھو آپ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں۔ ورقہ بن نوفل اسی بشارت کی وجہ سے پہچان گئے کہ یہ وحی خداوندی ہے اور یہ جبریل کی آواز ہے۔

اب آخر میں مجھے یہ بتانا ہے کہ قرن اول کے نصاری میں یہ پیشگوئی مشہور تھی کہ ایک سربمہر صحیفہ آسمان سے نازل ہو گا اور جسے خدا کی انگلی نے خود لکھا ہو گا۔ اس صحیفہ کو کوئی کھول نہ سکے گا لیکن ایک گردش کرنے والے چکر نے اس پر قبضہ کر لیا سچائی کے فرزند نے اس کے اسرار کو کھول دیا۔ دیکھتے دیکھتے دنیا کی حکومتیں اور بادشاہتیں اس آسمانی چکر کی حکمرانی میں آگئیں اور یہ خط ایک کشادہ طومار یا لوح میں بدل گیا۔ جسے خدا کی انگلی نے خود لکھا تھا۔ یہ حوالہ کسطرح منکشف ہوا۔ یہ ایک دلچسپ کہانی ہے۔ 1909ء میں دجلہ کے سواحل سے ایک سریانی نوشتہ ملا۔ یہ عیسائی صحیفہ ہے جو کہ 42 سریانی نظموں پر مشتمل ہے۔ اس کا زمانہ قرن اول اور قرن ثانی ہے۔ نظم نمبر 23 میں اس سربمہر صحیفہ یا خط کا ذکر ہے جس کا اوپر تذکرہ ہوا ہے۔ اس نظم کا عنوان بایں الفاظ دیا گیا:-

"ایک مختوم خط کا بیان جو کہ خدا نے بھیجا۔ یہ خط اس صحیفہ کے اسرار میں سے ایک بڑا "سر" ہے۔ اس نظم کے شروع میں ایک چنی ہوئی ہستی کا ذکر ہے جسے محبت اور فضل کے لحاظ سے مصطفیٰ کہا گیا باقی حصہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

اللہ تعالیٰ کا ارادہ ایک خط کی مانند تھا۔ اس کی مرضی آسمان سے اتری۔ اور وہ اس تیر کی طرح بھیجی گئی جو نہایت تیزی سے کمان سے چھوڑا گیا۔ اور بہت سے ہاتھ اس خط کی طرف لپکے، اسے پکڑنے۔ اسے حاصل کرنے، اور اسے پڑھنے کے لئے لیکن یہ خط ان کی انگلیوں سے صاف نکل گیا اور پکڑنے والے اس سے خوف زدہ ہو گئے۔ بوجہ اس مہر کے جو اس پر ثبت تھی۔ کیونکہ ان کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اس مہر کو کھول سکیں اس لئے کہ وہ طاقت جو کہ اس مہر کے اوپر محیط تھی وہ لوگوں کی طاقت سے بہت بڑھی تھی لیکن وہ لوگ جنہوں نے اس خط کو دیکھا، وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے کیونکہ وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ یہ کہاں اترتا ہے اور اسے کون پڑھے گا اور کون اسے سنے گا۔

بالآخر ایک گردش کرنے والا چکر، نمودار ہوا۔ اس نے اس خط کو جا لیا اور وہ اس پر محیط ہو گیا۔ اس آسمانی چکر کے پاس ایک بادشاہت اور ایک سلطنت کا نشان تھا اور وہ چیز جس نے اسے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس کو اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔

اس نے مخالفین کے گروہوں کو اکٹھا کیا۔ دریاؤں پر پل باندھے اور بہت سے جنگلوں پر سے گزرا ان کو صاف کیا۔ اور ایک کشادہ شاہراہ تیار کر دی یہ خط در اصل ایک حکم اور فرمان تھا جس میں تمام کے تمام علاقے مخاطب تھے۔ پھر یوں ہوا کہ اس خط کے اوپر ایک سر ظاہر ہوا۔ یہ سر بزرگ و برتر باپ کی طرف سے فرزند سچائی کا تھا۔ اس فرزند صدق نے اس خط کو وراثت میں پایا اور وہ ہر چیز پر قابض ہو گیا۔ اس کے سامنے اکثریت کا منصوبہ ناکام ہوا اور تمام گمراہ لوگ بہ عجلت تمام راہ فرار اختیار کر گئے اور وہ لوگ جو ایذائیں دیا کرتے تھے اور غضب ناک تھے۔ نیست و نابود ہو گئے۔ یہ خط در اصل ایک طومار یا بڑی کتاب تھا جس کا ہر ہر حرف، خدا کی انگلی نے لکھا تھا۔ باپ۔ بیٹے اور روح القدس کا نام اس میں درج تھا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اس کے مسیح اور روح الامین یعنی جبریل کا نام اس میں وارد ہوا تھا) ہمیشہ ہمیش کے لئے حکومت کرنے کے لئے۔ خدائے یہواہ تیری حمد ہو۔

(a) The lost Book of the Bible vol. II P. 131-132
"The odes of solomon" ODE No. 23

(b) The apocryphal old testament by H. E. D. Sparks
P. 713-714)

یہ ایک عظیم الشان بشارت ہے جو کہ تورات، یسعیاہ نبی، اور حضرت مسیح ناصری کی بشارات کی صدائے بازگشت ہے۔ سچائی کے فرزند سے مراد، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ الحق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ہے تورات میں ہے۔

بقیہ صفحہ ۴۶

عظمت و شانِ قرآن

ہر قسم کا سامان ہے قرآن کے اندر
ہر درد کا درمان ہے قرآن کے اندر

کرتا ہے جو سیراب سبھی تشنہ لبوں کو
وہ چشمۂ فیضان ہے قرآن کے اندر

بے مثل ہے محفوظ بھی اور غیر مبدّل
اس دعویٰ پہ برہان ہے قرآن کے اندر

لاریب عجب گوہر و یاقوت ہے دینی
عرفان کی جو کان ہے قرآن کے اندر

ہر حرف کے اندر بھی کئی شمعیں ہیں روشن
ہر لفظ ہی فرقان ہے قرآن کے اندر

تہذیب و تمدّن کی ادا اس نے سکھائی
ایمان اور ایقان ہے قرآن کے اندر

کرتی ہے تر و تازہ و شاداب دلوں کو
پھیلی ہوئی ریحان ہے قرآن کے اندر

انجیل میں تورات میں رہ ڈھونڈنے والو!
دیکھو کہ کیا شان ہے قرآن کے اندر

گر اس پہ عمل ہو تو ملے دائمی جنّت
اللہ کا فرمان ہے قرآن کے اندر

در وید نہ تورات نہ انجیل نہ گیتا
اللہ کی رضوان ہے قرآن کے اندر

ناصرؔ تو نہ گھبرا کہ ہر اک۔ دنیا و دیں کی
مشکل۔ تری آسان ہے قرآن کے اندر

مشہود احمد ناصر نودی کھوکھر

قرآن کریم کے فضائل و امتیازات

محترم عارف رومی صاحب

قرآن شریف کا نزول آج سے چودہ سو سال پہلے غار حرا میں اقرا باسم ربک الذی خلق کی آیت جلیلہ سے شروع ہوا۔ رمضان کا آخری عشرہ تھا۔ 25 ویں یا 27 ویں رات کو جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔ لوح محفوظ سے قرآن قلب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنا شروع ہوا۔ روح القدس کے توسط سے قرآن حکیم کی 114 سورتیں ایک مرتبہ نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوئیں۔ 23 سال میں جو وحی اتری۔ ان ٹکڑوں کی ترتیب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی ہدایت کے ماتحت کی۔ قرآن کریم دنیا کا سب سے بڑا اور ہمیشہ رہنے والا زندہ معجزہ ہے۔ قرآن کے اسماء میں ان خصوصیات، فضائل اور امتیازات کا ذکر ہے۔ جو خاتم الکتب کو حاصل ہیں۔ یہ سب نام قرآن حکیم میں بیان ہوئے ہیں۔

(1) اس کا پہلا نام قرآن ہے۔ جو لفظ قرأ سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں۔ اکٹھا کیا۔ جمع کیا۔ دوسرے معنے ہیں۔ پڑھا۔ اعلان کیا۔ گویا یہ کتاب آسمانی صداقتوں کی جامع یا انہیں اکٹھا کرنے والی، بہت پڑھی جانے والی اور خدائی پیغام کی منادی کرنے والی ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "قرآن کی وجہ تسمیہ" الفرقان اکتوبر 1972ء)

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ کے فقرہ سے شروع ہونے والی اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے فقرہ پر مکمل ہونے والی وحی دونوں معنوں کے لحاظ سے قرآن ہے۔ فیھا کتب قیمۃ کے لحاظ سے بھی اور ان علینا جمعہ وقرانہ کے لحاظ سے بھی دونوں معنوں کے پیش نظر اس کو جملہ کتب سماوی پر بیّن فضیلت حاصل ہے۔ آسمانی صداقتوں کا اتنا بڑا گلدستہ، اتنا مکمل نظام کہاں مل سکتا ہے؟ پھر لاکھوں سینوں میں قرآن محفوظ ہے۔ شب و روز اس کی تلاوت جاری ہے فضائے عالم کی ہواؤں میں ہر وقت اور ہر گھڑی قرآن کریم کی تلاوت سے صوتی ارتعاش پیدا ہوتا ہے اتنے وسیع پیمانے پر پڑھی جانے والی کتاب اور کوئی نہیں۔ عظیم مستشرق فلپ اے حتی اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں رقمطراز ہیں۔

"اگرچہ قرآن عہد آفرین کتابوں میں سب سے کم عمر ہے۔ لیکن دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے"۔

(2) قرآن حکیم کا دوسرا نام "الکتاب" ہے۔ یعنی ایسی تحریر جو اپنے اندر کمالیت کا جوہر لئے ہوئے ہے۔ قرآن حکیم منفرد کتاب ہے۔ جس میں ایک حرف بھی انسان کا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب حرفاً حرفاً لوح محفوظ سے اتاری گئی۔

(3) قرآن کریم کا ایک نام "الفرقان" ہے۔ یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا آسمانی کلام۔ کتب سماوی محرف و مبدل ہو چکی تھیں۔ اسی سے اندازہ لگائیں کہ تورات میں حیات الآخرۃ کا ذکر تک نہیں ہے۔ قرآن حکیم نے باطل کی آمیزش دور کر دی۔ اور اصل تعلیمات سے دنیا کو روشناس کیا۔ معرکہ حق و باطل میں قرآن حکیم کی راہنمائی بے مثال ہے۔ یہ کتاب بحر ظلمات میں مینار نور ہے۔

(4) اسی طرح

الذکرO الموعظۃO الحکمۃO الحکمO الشفاO الھدیO التنزیلO الرحمۃO الروحO الخیرO البیانO النعمۃ O البرھانO القیّم O المھیمنO النّورO الحق O حبل اللّٰہO المبینO الکریم O المجیدO الحکیم O عربی O العزیزO مکرمۃ O مرفوعۃ O مطھرۃO الکتاب المکنونO العجب O مبارکO مصدقO

قرآن حکیم کے گوناگوں صفاتی نام اللہ تعالیٰ نے گنوائے ہیں۔ ہر نام کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔ ان ناموں میں قرآنی فضائل اور امتیازات کی طرف حکیمانہ اشارے موجود ہیں۔

(5) قرآن حکیم کی خصوصیات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں درج ذیل ہیں۔

اوّل:- وہ بے مثل اور بے مانند کتاب ہے۔

دوم:- وہ جامع حکمت مع کمال ایجاز و اختصار ہے۔

سوم:- وہ لاکھوں آدمیوں کو حفظ ہے۔

چہارم:- یہ کتنا بڑا معجزہ ہے۔ کہ کوئی صفحہ اس کا ذکر اللہ سے خالی نہیں۔...... اوّل سے آخر تک اللہ ہی اللہ بھرا ہوا ہے۔ اور ہر ایک کلمہ کا مرجع خدا ہے۔

پنجم:- خوبی قرآن کریم میں یہ ہے۔ کہ جس قدر نام پروردگار کا قرآن کریم میں ہے۔ کسی کتاب میں نہیں۔ اور بقول مَنْ اَحَبَّ شَیْئاً اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ اس کلام کا خدا سے علاقہ محبت ثابت ہوتا ہے۔

ششم:- خوبی قرآن مجید میں یہ ہے۔ کہ جس قدر ستائش اور تعریف خدا تعالیٰ کی بانواع محامد و بکثرت تکرار اس کتاب میں ہے۔ دنیا میں اور کسی کتاب میں نہیں۔

ہفتم:- فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے

قُل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یأتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولوکان بعضھم لبعض ظھیراً

اس آیتہ شریفہ سے یہ امر بھی متعلق ہے۔ کہ تعلیم حقہ حکمت اور معانی میں کوئی انسانی تعلیم، قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (الحکم 17۔ جنوری 1906)

قرآن حکیم کے فضائل انبیاء بنی اسرائیل نے بھی بیان کئے ہیں۔ سلسلہ موسوی کے آخری پیغمبر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام تھے۔ آپ اور آپ کے حواری اس آسمانی کتاب کی تعریف میں رطب اللسان تھے حضرت مسیح ناصری اور ان کے ماننے والوں کی سریانی نظمیں بیسویں صدی کے شروع میں آثار سے منکشف ہوئیں۔ 42 نظموں کی یہ "درثمین" شائع ہو کر آج ہمارے سامنے موجود ہے نظم 23 میں ایک آسمانی کتاب کے نزول کی بشارت بایں الفاظ دی گئی۔ "اللہ تعالیٰ کا ارادہ ایک خط کی مانند تھا۔ اس کی مرضی آسمان سے اتری۔ اور وہ اس تیر کی طرح بھیجی گئی۔ جو نہایت تیزی سے کمان سے چھوڑا گیا۔ یہ خط سر بمہر تھا۔ لوگوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اس کی مہر کو کھول سکیں کیونکہ وہ طاقت جو مہر پر محیط تھی وہ لوگوں کی طاقت سے بہت بڑی تھی۔

بالآخر ایک (خدائی) چکر نے اس خط کو جا لیا۔ اور وہ اس پر محیط ہو گیا۔ اس چکر کے پاس ایک بادشاہت اور ایک سلطنت کا نشان تھا۔ یہ وہ چیز جس نے اس چکر کو ہٹانے کی کوشش کی اس کو اس نے درانتی کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا........ یہ خط ایک حکم اور فرمان تھا۔ جس میں تمام کے تمام علاقے مخاطب تھے........ یہ خط دراصل ایک بڑی کتاب تھا۔ جس کا ہر ہر حرف خدا کی انگلی نے لکھا تھا"

The lost Books of the Bible by world publishing co. New York ODES of Soloman ODE No. 23

اس نظم پر عیسائی علماء نے مندرجہ ذیل نوٹ دیا ہے۔

"ایک مکتوب مختوم کا بیان جو کہ خدا نے (بندوں کے نام) بھیجا۔ یہ خط اس صحیفہ کے اسرار میں سے ایک بڑا راز ہے"۔

قرآن حکیم نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ یہی وہ کتاب ہے۔ جس کا ذکر قرن اول کے عیسائیوں کی غزلوں میں کیا گیا۔

آج سے دو ہزار آٹھ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ کے ایک بزرگ نبی یسعیاہ برپا ہوئے۔ قرآن حکیم نے

ان کا نام الیسع بتایا ہے۔ اس نبی کے صحیفہ میں ریگ زار عرب میں نزول وحی کا ذکر ہے۔ صاف لکھا ہے کہ یہ وحی اقرأ کے لفظ سے شروع ہوگی۔ حضرت الیسع علیہ السلام کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

"پکارنے والے کی آواز! بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو۔ عربہ (یعنی صحرائے عرب) میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کرو۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے۔ اور ہر ایک پہاڑ اور ٹیلہ پست کیا جائے۔ اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ہر ایک ناہموار جگہ ہموار کی جائے۔ خداوند کا جلال آشکارا ہوگا۔ اور تمام نوع انسان اسے دیکھے گی۔ کیونکہ خداوند نے اپنے منہ سے کلام کیا ہے۔ سنو! کوئی کہہ رہا ہے۔ قراء۔ ایک شخص نے جواب میں کہا۔ مہ اقرا دیکھو خداوند بڑی قدرت کے ساتھ آئے گا۔ اور اس کا بازو اس کے لئے سلطنت کرے گا۔ (یسعیاہ 10۔ 40/1 نیوورلڈ ٹرانسلیشن)

یہ عظیم الشان بشارت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار فتوحات اور آپ کے ذریعہ برپا ہونے والے روحانی انقلاب کی آئینہ دار ہے۔ اس بشارت میں بتایا گیا۔ کہ یہ انقلاب ایک غیبی آواز کے نتیجہ میں پیدا ہوگا۔ کوئی پکارنے والا کہے گا۔ "اقرا" زور سے پکار یا منادی کر، جواب میں مورد وحی کہتا ہے مہ اقرا کیا پڑھوں؟ کونسا اعلان کروں؟ میں کیا منادی کروں؟ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی میں اس قسم کا تجربہ ہوا۔ تاریخ ابن ہشام میں جو کہ آج سے بارہ سو سال پہلے لکھی گئی۔ اس روحانی تجربہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔

رمضان کا مہینہ تھا کہ حضور .... غار حرا میں تشریف لے گئے۔ جیسے کہ ہمیشہ تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ رات آئی جس میں آپ رسول ہوئے۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ میں سوتا تھا جو میرے پاس جبرائیل آئے۔ اور دیباج کے کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک کتاب ان کے پاس تھی۔ مجھ سے کہا اقرا تو آپ نے فرمایا ماذا اقرا۔ جبرائیل نے مجھ کو بھینچا یہاں تک کہ میں سمجھا کہ دم نکل جائیگا پھر چھوڑ دیا۔ اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا۔ کیا پڑھوں اور یہ میں اس واسطے کہتا تھا کہ پھر یہ میرے ساتھ وہی کریں۔ جو پہلی بار کیا ہے۔ تب انہوں نے کہا۔ پڑھ

اِقرَاْ بِاسمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ خَلَقَ الاِنسَانَ مِن عَلَقٍ اِقرَاْ وَ رَبُّکَ الاَکرَمُ الَّذِی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم

حضور فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس کو پڑھا۔ اور جبرائیل میرے پاس سے چلے گئے۔ اور میری آنکھ کھل گئی۔ پس گویا یہ آیت میرے دل پر لکھی ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں۔

پس میں اٹھ کر چلا۔ یہاں تک کہ جب بیچ پہاڑ کے پہنچا تو آسمان سے مجھ کو ایک آواز آئی۔ کہ اے محمدؐ! تم خدا کے رسول ہو۔ اور میں جبرائیل ہوں فرماتے ہیں میں نے اوپر سر کیا۔ تو دیکھا کہ جبرائیل

ایک انسان کی صورت میں آسمان وزمین کے درمیان معلق کھڑے ہوئے ہیں۔ اور مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ! آپ خدا کے رسول ہیں۔ اور میں جبرائیل ہوں۔ فرماتے ہیں۔ جب میں اپنی نگاہ ادھر ادھر پھراتا تھا ان کو اپنے پیش نظر دیکھتا تھا اور اسی حالت میں کھڑا تھا۔ نہ آگے بڑھتا تھا۔ نہ پیچھے ہٹتا تھا۔ یہاں تک کہ خدیجہ نے میری تلاش میں آدمی بھیجے......آخر جبرائیل میرے سامنے سے چلے گئے۔ اور میں خدیجہ کے پاس آیا۔ (ابن ہشام اردو ترجمہ حضرت محمد اسماعیل پانی پتی صفحہ 119-118)

یہاں یہ واضح کر دوں کہ بخاری اور ابن ہشام کی روایت میں معمولی اختلاف ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍ کہ میں نہیں پڑھ سکتا۔ یعنی میں تو امی ہوں۔ اتنی بڑی ذمہ داری کسطرح اٹھا سکتا ہوں۔ ابن ہشام کی روایت میں مَاذَا اقرا کے الفاظ ہیں۔ یعنی پڑھایئے میں کیا پڑھوں۔ اس عاجز کی رائے میں یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ پہلے الفاظ ابتداء میں کہے۔ دوسرے اس وقت جب جبرائیل نے آپ کو بھینچ کر اس عظیم ذمہ داری کے لئے تیار اور آمادہ کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا پڑھایئے میں کیا پڑھوں؟ بخاری شریف کی روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے ابن ہشام کی روایت میں عبید بن عمر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے یہ واقعہ بیان کیا اور قدیم ترین سیرت کی کتاب میں محفوظ ہوگیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ کہ یسعیاہ نبی کو نزول وحی کا یہ نظارہ دکھایا گیا۔ بیابان عرب میں پکارنے والے (جبرائیل) کی آواز کو اس نے سنا اقرا اور مہ اقرا کے الفاظ عبرانی میں بیان کئے۔ تاریخ ابن ہشام میں یہی واقعہ درج ہے۔ کتنی مشابہت ہے۔ 1400 سال پہلے کی بشارت اور بشارت سے چودہ سو سال بعد کے واقعہ میں۔

الغرض قرآن حکیم ایک بے مثال اور لازوال کتاب ہے۔ اندازہ لگایئے۔ ایک عاشق قرآن نے کس والہانہ انداز میں اپنی کیفیات قلب کا اظہار کیا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا۔ کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے۔ اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہوگی۔ جب کہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی۔ اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ "فرقان" کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی۔ اور کوئی حدیث یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب الٰہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے۔ اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری

جماعت کو چاہیئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبّر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں۔ اور حدیثوں کے شغل کو ترک کر دیں۔ بڑے تعجب کا مقام ہے۔ کہ قرآن کریم کا وہ اعتناء اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو۔ تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔ (الحکم 17۔ اکتوبر 1900ء)

حضرت امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب یعنی قرآن مجید میں تمام سابقہ کتب سماویہ کے مطالب و مضامین کا نچوڑ اور خلاصہ جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ قرآن کی توصیف میں فرمایا۔ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ اور اس نے قرآن پاک کو یہ اعجاز بخشا ہے۔ کہ ضخامت و حجم میں مختصر ہوتے ہوئے بھی معنوی عظمت اور مضامین کی وسعت کے اعتبار سے اتھاہ سمندر ہے کہ انسانی عقل و فراست ان کے ادراک سے عاجز ہے۔ اور اس کائنات کے اسباب و وسائل اس کے مضامین کی گہرائیوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔......

انسان امکانی حد تک علوم و معارف میں بلند مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اور کتاب الٰہی کی مدد سے آسمان و زمین کے رازہائے سربستہ پر آگاہ ہو جاتا ہے"۔ (دیباچہ مفردات القرآن)

سجدہ تلاوت کی دعا

اَللّٰھُمَّ سَجَدَ لَکَ سَوَادِیْ وَ آمَنَ بِکَ فُؤَادِیْ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عِلْمًا نَافِعًا وَ عَمَلاً یَّرْفَعُنِیْ

اے اللہ میرا جسم تیرے حضور سجدہ ریز ہے اور میرا دل تیرے ایمان سے لبریز ہے۔ اے اللہ مجھے نفع مند علم اور رفعت بخش عمل سے نواز۔

بقیہ صفحہ ۳۹

جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا، وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔"

اس انزار کو بھی اس پیشگوئی میں دہرایا گیا۔ اور یسعیاہ نبی نے جس سربمہر کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا بھی اس حوالے میں اشارہ موجود ہے۔ الغرض عیسائی آثار سے نکلنے والی یہ ایک عظیم الشان بشارت ہے جس میں قرآن حکیم کے فضائل اور قرآن حکیم کو لانے والی ہستی اور اس کے ذریعہ انقلاب عظیم کے برپا ہونے کا واضح الفاظ میں ذکر ہے۔

فضائل القرآن

قرآن حکیم کی مدد سے تورات و انجیل کے متن کی تصحیح

محترم ابوالفضل راشد صاحب

قرآن کریم ایک بنیادی صفت مہیمن یعنی نگران اور امین ہے۔ اور قرآن کریم کو اہل کتاب کے اختلافات میں حکم قرار دیا گیا ہے۔

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَمُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ

ابن عباسؓ فرماتے ہیں المھیمن الامین۔ القرآن امین علٰی کل کتاب قبلہ (بحوالہ بخاری کتاب التفسیر)

قرآن حکیم کی مدد سے انبیاء کے صحیفوں کے متن کو درست کرنا، تحریفات اور غلطیوں کی اصلاح ایک نیا علم کلام ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ اول سے اس کی ابتدا ہوئی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی) نے تفسیر کبیر میں بالخصوص سورۃ یوسف کی تفسیر میں اس علم کلام سے کام لیا اور قرآن حکیم کی فضیلت کو اجاگر کر دیا ہے۔ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے ایک رؤیا صادقہ میں اس علم کلام کی طرف اشارہ لطیف سے فرمایا:-

"ستر مکانوں سے گذر کر آخر میں میں ایک مکان میں پہنچا جو بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اس میں میں نے دیکھا کہ ایک بڑی میز بچھی ہوئی ہے جس پر بہت سے انبیاء کے صحیفے پڑے ہوئے ہیں جو لوگوں نے محرف و مبدل کر دئے ہیں اس میز کے ساتھ ایک عظیم الشان کرسی بچھی ہوئی ہے جس پر سیدنا حضرت نورالدین تشریف فرما ہیں آپ ان صحیفوں کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کے ذریعہ سے ان اغلاط کو جو بوجہ تحریف ان میں داخل ہو گئی ہیں درست کر رہے ہیں اس رؤیا کے دیکھنے سے میرے قلب پر خاص اثر ہوا۔"

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ 109)

اس رؤیا سے ظاہر ہے کہ قرآن حکیم ہر لحاظ سے معیار صداقت ہے قرآن کا دعوی بھی یہی ہے کہ وہ اہل کتاب کے اختلافات میں حکم ہے علم کی اس شاخ پر اس عاجز نے بھی کچھ کام کیا ہے۔

(1) صحابہ کی تعریف

ایک اختلاف تو بڑا حیران کن ہے قرآن حکیم میں ہے کہ صحابہ کی تعریف تورات میں آئی ہے کہ وہ کافروں کے لئے اَشدّاء اور آپس میں رحیم و کریم ہیں:۔

اَشِدَّآءُ علَی الکفار رحماء بینھم .... ذالک مثلھم فی التوراۃ

یہ حوالہ بالکل ناپید تھا یہودیوں کے چیف ربی نے تورات کا عبرانی متن اور انگریزی ترجمہ ایڈٹ کر کے 1936ء میں شائع کیا اس میں انہوں نے نوٹ دیا ہے استثناء 33/2 کے عبرانی متن میں ہے۔

"وہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر اشداۃ جمع ہوئے۔"

چیف ربیؔ کہتے ہیں کہ مسورائی علماء نے اشداۃ کو ایک مرکب لفظ سمجھا اش کے معنے آگ، داۃ کے معنے قانون یا شریعت کے کر دئے حالانکہ داۃ کے یہ معنی فارسی دور کے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ مرکب نہیں بلکہ ایک ہی لفظ ہے۔ نتیجۃً بہت سے تراجم اشداۃ کو ایک مستقل لفظ سمجھتے ہیں اور اس کے مطابق ترجمہ کرتے ہیں۔ (نوٹ صفحہ 470)

راقم عرض کرتا ہے کہ عبرانی لفظ اشداۃ کے بعینہ وہی معنی ہیں جو قرآن کے اشدّاء کے ہیں۔ چنانچہ اس کے مطابق اب علماء نے معنے "مردان غازی" کے کئے ہیں نیو ورلڈ ٹرانسلیشن مطبوعہ (1953ء) ملاحظہ ہو اس میں ترجمہ ان الفاظ میں ہے:۔

AT HIS RIGHT HAND WARRIORS BELONGING TO THEM

اس کے داہنے ہاتھ ان سے متعلق (یعنی امت کے) مردان غازی جمع ہوئے۔

نیو ورلڈ ٹرانسلیشن میں بھی نوٹ ہے کہ داۃ فارسی دور سے متعلق ہے کلیم اللہ نے مفرد لفظ اشداۃ بولا تھا علماء نے مرکب سمجھ لیا اس ترجمہ سے ایک اور بات یہ معلوم ہوئی کہ تورات کی یہ بشارت اتنی مشہور تھی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے مزامیر میں تورات کے اس مفہوم کو دہرایا زبور میں نیو ورلڈ ٹرانسلیشن کے ترجمہ کے مطابق یہ حوالہ قابل غور ہے۔

"تیری امت کے لوگ، تیری فوجی قوت کے مظاہرہ کے دن رضاکارانہ طور پر خود کو پیش کرتے ہیں...... تیرے نوجوان صحابہ جانثار بجائے خود قطرات شبنم کی مانند ہیں"۔ (زبور 110/3)

تورات اور زبور کے اس حوالہ سے ظاہر ہے صحابہؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے لئے اشداء اور آپس میں رحمت و الفت اور مانند شبنم ہیں تورات کے عبرانی متن میں قرآنی حوالے کی باقی نشانیاں بھی مل گئی ہیں اس کے لئے میں نے ایک مقالہ لکھا تھا جو کہ الفرقان مئی 1963ء میں شائع شدہ موجود

ہے۔ وہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح الفضل 13 فروری 1980ء میں راقم کا مضمون اس موضوع پر قابل مطالعہ ہے۔

(2) ید بیضاء

دوسری مثال بھی بڑی دلچسپ ہے قرآن میں ید بیضاء کے معجزہ کا ذکر ہے اور ساتھ وضاحت ہے کہ بغیر کسی نقص کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ سفید ہو گیا تھا بغیر سوء کے الفاظ ہیں تورات میں ہے کہ جیب سے ہاتھ نکالا تو وہ برص زدہ ہو کر چمکنے لگا۔ (خروج 4/6)

تورات کی اصل زبان آرامی عربی تھی عبرانی میں صرح غیر مستعمل ہے لیکن اس کے معنے صاف ہونے کے ہیں . . . . برص زدہ کے لئے جو لفظ ہے وہ صرع ہے صرح کے معنے عربی میں اور دوسری سامی زبانوں میں بے عیب اور خالص ہونے کے ہیں۔ صرح تورات میں صرع بن گیا یہ ابدال بالکل قرین قیاس ہے۔ یعنی "ح" - "ع" میں بدل گئی۔ عبرانی میں صرح چونکہ غیر مستعمل ہے اس لئے اس لفظ کی جگہ صرع ڈال دیا گیا غیر سوء نے اس تبدیلی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن حکیم کا فیصلہ ہر عقلمند کے لئے قابل قبول ہے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان فروری 1975ء)

(3) حنیف

قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حنیف کہا گیا تورات میں یہ خطاب سرے سے موجود نہیں پیدائش 14/14 میں حضرت خلیل اللہ کے خانوادہ کو حنیک کہا گیا اس پر یہودیوں کے شائع کردہ ترجمہ تورات میں نوٹ ہے MEANING OF HEBREW HANIKH UNCERTAIN کہ اس کے معنے غیر یقینی ہیں معین نہیں ہو سکتے۔ حنیک دراصل حنیف ہے۔ قرآن حکیم کی مدد سے غیر معین لفظ کو ہم معین کر سکتے ہیں۔

(4) حیاۃ الآخرۃ

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حیات الآخرۃ کی طرف برابر دعوت دی تھی ان کے صحف میں یہ ذکر موجود تھا لیکن موجودہ تورات میں مرنے کے بعد زندہ ہونے، جزا سزا، جنت دوزخ کا کوئی ذکر نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات کا متن یہودیوں کے اس فرقہ کی نگرانی میں مدتوں رہا جو کہ قیامت اور حشر نشر کے سرے سے قائل نہیں تھے تورات میں صرف ایک جگہ یوم الآخر کا مفہوم تھا۔ (استثناء 32/35)

اس میں بھی علماء نے یوم کی میم کو حذف کر دیا تورات کے جتنے مشہور نسخے دستیاب ہیں ان میں میم غائب ہے جس کے باعث یوم الآخر کا استدلال نہیں ہو سکتا۔ اب مدت مدید کے بعد علماء پر منکشف ہوا کہ اصل متن میں میم موجود تھی۔ نیو انگلش بائیبل (1970ء) میں حرف میم کو بحال کر کے ترجمہ کیا گیا۔ پھر بھی تورات میں جنت کی نعماء اور دوزخ کی عقوبتوں کا کوئی ذکر نہیں اس لحاظ سے موجودہ تورات ایک نامکمل کتاب ہے کلیم اللہ کی مکمل تورات نہیں جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے۔

علماء کہتے ہیں کہ سامری فرقہ کی تورات میں یوم کی میم موجود ہے۔ اسی طرح تیسری صدی قبل مسیح میں تورات کا یونانی ترجمہ ستر علماء نے کیا اس کو "سبعینیہ" کہتے ہیں ان کے سامنے جو تورات کا نسخہ تھا اس میں بھی میم موجود تھی بہرکیف قرآن کی فضیلت اس باب میں اظہر من الشمس ہے۔

(5) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا

تورات میں یہ ذکر مفقود ہے کہ خلیل اللہ آگ میں ڈالے گئے اور آگ سے آپ بچ کر نکل آئے قرآن حکیم نے اس کا ذکر کیا ہے کہ آگ خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ کے لئے برداً و سلاماً ہو گئی۔ ترگوم میں اس معجزہ کا نمایاں الفاظ میں ذکر ہے علمائے ترگوم کا کہنا ہے۔ کہ تورات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے یہ الفاظ ہیں۔

"میں خداوند ہوں جو تجھے کسدیوں کے اُور سے نکال لایا"۔ (پیدائش: 15/7)

عبرانی میں اُور کے معنے آگ کے ہیں مراد یہ ہے کہ میں تجھے کسدیوں کی بھڑکائی ہوئی آگ سے نکال لایا یہاں لوگوں نے اُور شہر مراد لے لیا جس کے باعث یہ معجزہ نظروں سے اوجھل ہو گیا مشرقی عیسائیوں کے بعض فرقوں نے اس روایت کو سچ مانا ہے اور اپنے کیلنڈر میں اس معجزے کی تاریخ کا تعین

کیا ہے ابی سینیا کے عیسائی بھی اس معجزے کے قائل تھے۔
(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو M. RODWELL کا ترجمہ قرآن حاشیہ صفحہ 155)
عیسائیوں کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے آقا حضرت مسیح ناصری علیہ السلام خلیل اللہ کے آگ میں ڈالے جانے اور اس سے بچنے کے قائل تھے۔

(6) مثیل موسیٰ کی بشارت

قرآن حکیم میں ہے:-

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ

کہ بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان شاہد نے اپنے ایک مثیل کے برپا ہونے کی خبر دی اس سے مراد محمد رسول اللہ ہیں۔ وہ تو ایمان لایا مگر تم تکبر کرتے ہو۔ (10:46)

تورات میں یہ بشارت درج ہے لیکن اس میں ایک فقرہ بڑھا دیا گیا کہ اس نے بنی اسرائیل کے درمیان میں سے مبعوث ہونا ہے۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اس کی سننا۔" (استثناء 18/15)

یہ بشارت سباق عبارت میں دہرائی گئی اس میں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ مفقود ہیں۔ (18:18) یہ بشارت انجیل میں بھی درج ہے لیکن اس میں "تیرے ہی درمیان سے" کے الفاظ نہیں ہیں پطرس نے اس بشارت کا حوالہ دیا چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی برپا کریگا جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ (اعمال 3/22) یہ پیشگوئی اعمال 7/37 میں دہرائی گئی گویا حواریوں کے سامنے جو تورات تھی اس میں یہ الفاظ مفقود تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج سے 2300 پہلے جب ستر علماء نے مل کر تورات کا یونانی زبان میں ترجمہ کیا جسے سبعینیہ کہتے ہیں اس میں یہ زائد الفاظ نہیں ہیں صحائف قمران میں ایک قطعہ ملا ہے اس پر استثناء (18/18) کی پیشگوئی درج ہے۔ اس میں "تیرے ہی درمیان سے " کے الفاظ نہیں ہیں۔ علماء اب تسلیم کرتے ہیں کہ یہ الفاظ محرفہ ہیں اس تحریف کے کھل جانے کے باوجود یہودیوں نے تورات کا جو نیا ترجمہ 1962ء میں شائع کیا ہے اس میں حسب منشا ترجمہ میں تبدیلی کر دی گئی۔ "بھائیوں میں سے" کی بجائے یہ ترجمہ کر دیا۔

The lord your God will raise up for you a prophet from among your own people, like myself;

خداوند تیرا خدا ایک نبی برپا کریگا میری مانند، تمہارے اپنے آدمیوں میں سے۔ نیو انگلش بائیبل (1970) میں بھی "تیرے بھائیوں میں سے" حذف کر کے ONE OF THEIR OWN RACE ترجمہ کر کے مثیل موسیٰ کی بعثت کو نسل اسرائیل تک محدود کر دیا۔ (استثنا 18:18)

بنی اسرائیل تو آپس میں بھائی تھے ہی تورات میں بنی اسماعیل کو بھی بنی اسرائیل کے بھائی کہا گیا۔ (پیدائش 25/18)

مقدس پطرس کی تقریر میں وضاحت ہے کہ مثیل موسیٰ نے حضرت مسیح کے بعد مبعوث ہونا ہے۔ (اعمال 22۔3/21) یہ پیشگوئی اتنی اہم ہے کہ سامری تورات میں دس احکام کے بعد درج ہے۔ جماعت قمران میں بھی اس کی اہمیت مسلمہ ہے انجیل میں دو جگہ درج ہے حضرت مسیح کی بشارت فارقلیط دراصل تورات کی بشارت کی صدائے بازگشت ہے۔

اب بعض مثالیں انجیل کی ملاحظہ ہوں۔

(1) عبداللہ

بائیبل کے عہد عتیق کی بشارات میں آنیوالے فرستادہ یعنی مسیحا کو عبد یہوواہ (عبداللہ) کہا گیا یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں بتکرار یہ خطاب آیا ہے قرآن حکیم میں حضرت مسیح کا قول درج ہے انی عبداللہ۔ اب بعض جید علماء نے یہ انکشاف کیا کہ انجیل کے آرامی یا عبرانی متن میں عبداللہ تھا چونکہ اس کا ترجمہ یونانی میں ایک ذو معنی لفظ سے ہوا جس کے معنے خادم اور بچہ کے ہیں۔ اس لئے انجیل کے یونانی تراجم میں عبداللہ کو ابن اللہ بنا دیا گیا۔ حضرت مسیح نے خود کو عبداللہ کہا (ابن اللہ محض استعارہ ہے) ایک بہت بڑے عالم نے اپنی ضخیم کتاب JESUS میں اس تحقیق کو پیش کیا ہے۔

JESUS BY GUIGNE BERT P. 266-268

ایک دوسرے عالم نے عیسائیت کے بنیادی عقائد پر ایک کتاب لکھی ہے:-

THE FOUNDATION OF NEW TESTAMENT CHRISTOLOGY BY R. H. FULLER

اس کتاب میں علماء عصر حاضر کے حوالے سے یہ انکشاف کیا گیا کہ حضرت مسیح کا اپنا دعوی تجد خدا کی بدولت ابن اللہ ہونے کا نہیں تھا۔ بلکہ یسعیاہ نبی کی بشارات کے مطابق خادم خدا (عبد یہواہ) ہونے کا تھا فلسطینی عیسائیت میں یہی حوالے ملتے ہیں اعمال ملاحظہ ہو۔ عبد یہواہ کا جب یونانی ترجمہ ہوا تو ذو معنی لفظ PAIS مستعمل ہوا جس کے معنی خادم اور بچہ کے ہیں اس استثناء کے باعث بعض گم خدا کا ابن اللہ بن گیا "خدا کا بیٹا" بائیبل کا محاورہ اور محض استعارہ ہے۔ (صفحہ 94 تا 193)
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو انصار اللہ نومبر 1984ء میں راقم کا مقالہ حضرت مسیح عبد اللہ تھے نہ کہ ابن اللہ۔

(2) ربوۃ ذات قرار و معین

قرآن حکیم میں حضرت مسیح اور ان کی والدہ کے متعلق ربوۃ ذات قرار و معین کے الفاظ آئے بائیبل میں یہ ذکر مفقود ہے اس کے لئے بعض نئے آثار ملاحظہ ہوں:۔

1۔ وادی قمران کے غاروں سے یسعیاہ نبی کے صحیفہ کا متن ملا ہے اس میں یسعیاہ باب 53 کا متن کچھ مختلف ہے۔ اس کو حضرت مسیح نے اپنے حق میں ایک پیشگوئی قرار دیا ہے۔ یسعیاہ نبی کے صحیفہ قمران میں خادم خدا (عبد صادق) کے متعلق ہے۔

- وہ عقوبت شدید سے گزریگا اور زندگی کی روشنی میں آجائیگا۔
- وہ طویل عمر پائیگا اور اپنی نسل در نسل دیکھے گا۔
- اس کی قبر وہ شریروں کے ساتھ بنائیں گے اور اغنیاء کے ساتھ اس کا اونچا مقام۔

MORE LIGHT ON THE DEAD SEA SCROLLS BY MILLAR BURROWS P. 152

"اونچا مقام" میں کیا ربوۃ کی طرف اشارہ ہے؟ یہ امر قابل غور ہے۔

2۔ دریائے دجلہ کے ساحلی علاقہ میں ایک سریانی صحیفہ کا انکشاف ہوا اس میں ابتدائی نصاری کی 42 نظمیں ملی ہیں ان میں ہے کہ بنی اسرائیل کے منتشر قبائل نے اپنے آقا کو "بلند مقامات" میں قبول کیا۔ یہ نظم نمبر 9 کا مفہوم ہے اور نظم نمبر 33 میں اشارہ ہے کہ فرستادۂ خدا ایک بلند چوٹی HIGH PEAK پر کھڑا ہے۔ اور ایک بے عیب بتولہ بھی وہاں ہے وہ لوگوں سے مخاطب ہے۔ گویا ایک بلند چوٹی اور ابن مریم کا ذکر ہے کہ وہ وہاں بر سر عمل ہیں۔

3۔ رومن حکومت کے خطرہ اور یہودیوں کے خوف کی وجہ سے یہ لکھنا تو ناممکن تھا کہ جو

دیا وہ موت سے بچ کر ایک اونچے پہاڑ پر ہے البتہ پہلی صدی کے آخر میں یوحنا حواری نے اپنے مکاشفات میں اشارہ، کنایہ، اور کشفی زبان میں کہا ہے کہ برہ (حضرت مسیح) اور اس کی دلہن (یعنی کلیسا) ایک بلند پہاڑ پر ہیں وہاں آسمان سے ایک نیا یروشلم اتارا گیا۔ (مکاشفات یوحنا عارف 10۔21/9)

4۔ دوسری صدی کے آخر میں یوحنا کے شاگردوں میں یہ بات مشہور تھی کہ حضرت مسیح ہر دور زندگی سے گزرے ہیں بچوں کے لئے ان کا بچپن نمونہ ہے، لڑکوں کے لئے ان کا لڑکپن، جوانوں کے لئے ان کی جوانی اور بوڑھوں کے لئے ان کی OLD AGE بڑی عمر کے لئے "ایٹاس سینر" لاطینی کے الفاظ ہیں اس طرح ہر دور زندگی کی سیرت لوگوں کے لئے نمونہ ہے۔ پھر ان کا انتقال ہوا۔

اس روایت کو چرچ نے یہ کہہ کر بگاڑ دیا کہ حضرت مسیح جوانی میں صلیب نہیں دیئے گئے بلکہ بڑی عمر میں، جب کہ ان کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی صلیب دئے گئے۔ اس طرح وہ ہر دور زندگی سے گذرے یہ بشپ ارینیوس کے الفاظ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اصل روایت سے پیچھا چھڑانے کے لئے یہ تاویل کی گئی۔ جبکہ پچاس سال کی عمر میں صلیب پانا انجیل کے سراسر خلاف ہے۔

5۔ انجیل یوحنا کے دو تتمے ہیں دوسرا تتمہ بعد میں بڑھایا گیا (ایک پرانے نسخہ میں یہ حذف ہے)۔ غالباً دوسری صدی میں یہ اضافہ ہوا اس تتمہ کی رو سے حضرت مسیح کے صرف وہی کام نہیں ہیں جس کا انجیل یوحنا میں ذکر ہے۔ ان کے علاوہ بھی آپ کے کارہائے نمایاں ہیں وہ بے پایاں اور لامحدود ہیں اگر وہ ضبط تحریر میں لائے جائیں تو ان کتابوں کے لئے دنیا میں جگہ نہ رہے۔ (یوحنا 21/25)

علمائے اہل کتاب کا محاورہ ہے کہ خدا کے کلمات لامحدود ہیں زمان و مکان انکے متحمل نہیں ہو سکتے قرآن حکیم میں بھی ایسا ہی ہے بہر حال یہ امر واضح ہے۔ کہ حضرت مسیح نے یسعیاہ باب 53 کی پیشگوئی کیمطابق بہت طویل عمر پائی اور ایسے کلمات اللہ بیان کیے کہ انکے مخفی حقائق کا کوئی حد و حساب نہیں۔ ان حوالوں میں حضرت مسیح کے اس دور زندگی کیلئے اشارات ہیں جسکا قرآن و حدیث میں ذکر ہے۔

(3) بشارتِ احمد

[...] حکیم میں ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے بعد آنیوالے رسول کا نام احمد بتایا:-

وَمُبَشِّراً بِرَسُولٍ يَاتِى مِنۢ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَدُ

[...] حضرت مسیح کے بعد آنیوالے روح حق کو تکمیل دین کا مظہر اور پار اکلیت کہا گیا (یوحنا

14/26، 16/7، 14/16) پاراکلیت کے معنی مددگار، تسلی دھندہ یا وکیل کے کئے جاتے ہیں۔ جیک فنی گن کہتے ہیں اس کو اگر معمولی تبدیلی کے ساتھ "پیری کلوت" پڑھا جائے تو اس کے معنی احمد اور محمدؐ کے ہوجاتے ہیں۔ (دی آرکیالوجی آف ورلڈر یلیجن از جیک فنی گان صفحہ 495۔494)

علمائے نصاریٰ معترض ہیں کہ انجیل میں ہے "خدا تمہیں دوسرا پاراکلیت بخشے گا"۔ (یوحنا 14/16)

ظاہر ہے کہ پہلے پاراکلیت حضرت مسیح خود ہیں لہذا اس سے مراد احمد نہیں ہوسکتا۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ نیوانگلش بائیبل (1970ء) نے جو ترجمہ دیا ہے وہ کچھ مختلف ہے۔

HE WILL GIVE YOU ANOTHER TO BE YOUR ADVOCATE

کہ وہ تمہیں ایک دوسرا بخشے گا جو کہ تمہارا وکیل ہوگا یہاں دوسرا رسول یا دوسرا مددگار دونوں معنے ہو سکتے ہیں۔ بشارت انجیل میں مثیل موسیٰ یعنی دوسرا رسول مراد ہے۔ اس بحث کو ہم یہاں پر چھوڑتے ہیں مصر کے آثار قدیمہ سے ملنے والے صحیفہ دمشق میں حضرت مسیح کے مبشر بہ کو EMETH ایمۃ یا ایمتھ کہا گیا۔ کیا یہ احمد کا متبادل ہے یہ امر قابل غور ہے اس عبرانی صحیفہ کے الفاظ ہیں۔

ویود یعیم بید مشیحو روح قدشو وھوا ایمتھ و بغروش شھو شموتی ھم

اللہ تعالیٰ نے اپنے مسیح کے توسط سے ایک مقدس روح کے برپا ہونیکی خبر دی اور وہ ایمتھ ہے اور اس کے نام کی بنیاد پر اوروں کے بھی نام ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہاں ایمتھ (جس کے معنی عبرانی میں حق اور سچائی کے ہیں) اللہ تعالیٰ کو کہا گیا۔

THE RIDDLE OF THE SCROLLS BY H. E. DELL ME DICO P. 388-389

راقم کا خیال ہے خدا کے مسیح کے حوالے سے بات کی گئی اس سے مراد حضرت مسیح کا مبشر بہ ہے۔ ظاہر ہے احمد عبرانی میں ایمتھ ہوگیا اور معنی سراپا سچائی کے ہوگئے۔ اس لئے انجیل کا حوالہ زبردست قرینہ کے طور پر موجود ہے انجیل میں پیلاطوس کی عدالت میں حضرت مسیح کی گواہی کے الفاظ درج ہیں اس کا ترجمہ جیمس معّاٹ نے ترجمہ انجیل میں اس طرح کیا ہے۔

"میں اس لئے پیدا ہوا ہوں اور اس واسطے دنیا میں آیا ہوں کہ سچائی کی گواہی دوں ہر ایک جو کہ سچائی سے متعلق ہے میری آواز سنتا ہے "سچائی" پیلاطوس نے کہا۔ سچائی کے معنے کیا ہوئے؟ (یوحنا 18/38) WHAT DOES TRUTH MEANS

حیران کن امر یہ ہے کہ کیا پیلاطوس سچائی کے معنوں سے واقف نہیں تھا۔ پیلاطوس کا سوال ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح نے گواہی دیتے ہوئے ایک ایسا نام لیا تھا جس سے پیلاطوس شناسا نہیں تھا۔ علماء کہتے

ہیں کہ حضرت مسیح نے عبرانی میں ایمتھ کہا تھا اس کا یونانی ترجمہ ایتھیا کر دیا گیا جس کے معنی حق کے ہیں۔

پیلاطوس ایتھیا اور ایمتھ سے واقف تھا کیونکہ یہ کثیر الاستعمال تھے راقم کے خیال میں حضرت مسیح نے احمد بولا تھا جسے عبرانی انجیل میں ایمتھ بنا دیا گیا گواہی کے الفاظ دراصل یہ تھے۔

میں اس لئے پیدا ہوا ہوں اور اس واسطے دنیا میں آیا ہوں کہ احمد کی گواہی دوں۔ ہر ایک جو کہ بشارت احمد سے شناسا ہے وہ میری آواز سنتا ہے "احمد" پیلاطوس نے کہا "احمد" کے معنی کیا ہوئے؟

علماء کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے ایمتھ کہا تھا قرآن سے معلوم ہوتا ہے آپ نے احمد کہا تھا یہ ایک نئی تحقیق ہے اس نظریہ پر کام کرنے کی ضرورت ہے ہوسکتا ہے کہ ایمتھ کے نیچے اسم احمد مضمر ہو۔

یہاں یہ بتانا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ بعض علماء نے صحیفہ دمشق میں "ہوا" کو مشتبہ قرار دیا ہے اور اسے حوزو پڑھا ہے جس کے معنی سموئیل نمبر 9/9 میں نبی اور رسول کے ہیں گویا ھوا ایمتھ کی بجائے رسول ایمتھ مراد ہے قرآن حکیم میں برسول کے الفاظ ہیں۔ اسی طرح شمو کے معنے اس کے نام کے ہیں قرآن میں اسمہ ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کی تصنیف صحائف قمران صفحہ 175 تا 186)

یہ سوال بھی ہوسکتا ہے کہ احمد حضرت مسیح کی زبان کا لفظ نہیں ہے انہوں نے اپنی زبان میں بشارت دی ہوگی احمد عربی نام ہے اس کے جواب میں گذارش ہے کہ حضرت مسیح کی مادری زبان آرامی تھی جسے بعد ازاں سریانی کہا گیا سریانی میں احمودا روٹ موجود ہے جیسے عربی میں حَمِدَ ہے۔ (ڈاکٹر فرانسس براؤن کی انگریزی عبرانی ڈکشنری شائع کردہ آکسفورڈ 1955ء زیر لفظ حمد)

پس حضرت مسیح کی زبان میں آنیوالے رسول کا اسم احمد سریانی روٹ احمودا کے قریب تر ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت فارقلیط میں آنیوالے روح کو ایمتھ کہا گیا لیکن تراجم کے اختلاف میں یہ بات چھپی ہوئی ہے روح الحق کا ترجمہ LIVING BIBLE میں، روح جو کہ خود سچائی ہے کیا گیا یہ مسلمہ ہے کہ سچائی کے لئے یونانی لفظ ایتھیا اور عبرانی ایمتھ ہے۔ LIVING BIBLE کا ترجمہ اس طرح ہے۔

میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ تم سے کہوں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ مقدس روح آئے گا جو کہ خود سچائی (ایمتھ) ہے وہ کامل سچائی کے لئے ہدایت دیگا۔

(یوحنا 16/12-13)

ظاہر ہے کہ آنے والے پیغمبر کو EMETH کہا گیا انجیل میں ہے وہ مقدس روح آئیگا جو کہ خود ایمتھ ہے صحیفہ دمشق میں ہے خدا کے مسیح نے ایک مقدس روح کی خبر دی جس کا نام ایمتھ ہے۔ اس تقابل سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں حوالے ایک منبع سے نکلے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ عربی کا احمد عبرانی میں ایمتھ ہو یہ متبادل ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت مسیح نے احمد کہا ہو اور انجیل نویسوں نے اسے ایمتھ بنا دیا۔ عبرانی کالدی عظیم ڈکشنری میں ہے کہ عبرانی میں حیمد اور ایمتہ کو اکٹھا کر دیا جاتا ہے جیسے ہم حمد و ثنا کہتے ہیں اسی طرح زبور میں چھ جگہ حیمد اور ایمتہ اکٹھا آیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ایمتہ میں حمد کے معنی سموئے ہوئے ہیں لہذا احمد کا ایمتہ بن جانا قرین قیاس ہے۔

(4) آل عمران

انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح داؤد کی نسل ہیں قرآن حکیم میں ہے کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے اپنی ماں کی طرف سے آل عمران کے چشم و چراغ ہیں ان کی بنت عمران تھی اب ثابت ہوا ہے کہ داؤد کی نسل والے حوالے الحاقی ہیں۔

کیتھولک انجیل کا حوالہ شروع دن سے الحاقی ثابت ہو چکا ہے یہ نسخہ لاطینی نسخہ کا ترجمہ ہے اس میں ہے "جبرائیل داؤد کے گھرانے کی ایک کنواری کے پاس جو یوسف نامی ایک مرد سے بیاہی ہوئی تھی۔ بھیجا گیا"۔ لوقا 1/26 بائیبل مطبوعہ سوسائٹی اور سینٹ پال روما 1908)

یہی حوالہ یونانی یعنی پراٹسٹنٹ بائیبل میں بایں الفاظ ہے "جبریل فرشتہ خدا کی طرف سے ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی"۔

آرتھر فنڈلے ایک آزاد خیال عالم لکھتے ہیں:۔

اگر مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔ تو وہ باپ کی طرف سے داؤد کی آل سے کیسے ہوسکتے ہیں انجیل نے یوسف نجار کے حوالہ نسب سے مسیح کو داؤد کا بیٹا قرار دیا جب کہ مریم خاندان ہارون (آل عمران) سے تھیں۔

THE PSYCHIC STREAM P. 690

انجیل میں صاف لکھا ہے۔ کہ حضرت مریم زکریاہ کاہن کی بیوی الیسبات کی رشتہ دار تھیں جو کہ بنات ہارون سے تھیں۔ (لوقا 1/5، 1/36)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم بھی آل عمران یا خاندان ہارون سے تعلق رکھتی تھیں۔

دوسری صدی کا باطنی عالم ولنٹی نین VALENTINION انجیل کے حوالے سے کہتا ہے۔

جب یہود نے یسوع سے پوچھا تو داؤد کا بیٹا ہے تو اس نے جھڑک دیا کہ میں داؤد کا بیٹا نہیں ہوں۔ (اے ڈکشنری آف کرسچین بیوگرافی از ولیم سمتھ حصہ اول صفحہ 259 زیر لفظ باردیسان)

ٹیشین ایک بہت بڑا سریانی عالم تھا۔ اس نے ایک انجیل مرتب کی جو کہ مطابقت اناجیل کے نام سے موسوم ہوئی اس نے مسیح کے نسب نامے اور ایسے سب حوالے حذف کر دئے جن سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ آپ آل داؤد سے ہیں۔ (ڈکشنری مذکور زیر لفظ ٹیشین صفحہ 795)

قرن اوّل کی ایک عبرانی انجیل تھی لکھا ہے:-

انجیل عبرانیہ کی رو سے ٹیشین جانتا تھا کہ حضرت مریم آل ہارون سے ہیں اس لئے آل داؤد والے نسب نامے اس نے قبول نہیں کئے۔ (ڈکشنری آف بائبل اینڈ کرائسٹ از ہیسٹنگ جلد دوم صفحہ 140)

(5) میلاد مسیح

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت مسیحؑ کی ولادت اس موسم میں ہوئی جب کھجور پکے ہوئے تھے رطبا جنیا۔ فلسطین میں کھجور پکنے کا موسم ستمبر اکتوبر ہے۔ خرما موسم گرما میں پکتا ہے عیسائی یوم میلاد 25 دسمبر کو مناتے ہیں اب علماء تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ولادت کا دن نہیں بلکہ روما میں سورج دیوتا کی پیدائش کا دن تھا جو بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا۔ اس رسم بد کے قلع قمع کے لئے اس کی جگہ میلاد مسیح کو رکھ دیا گیا۔

انجیل لوقا میں ایک قوی اشارہ موجود ہے جس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا اس میں لکھا ہے کہ جس موسم میں مسیح پیدا ہوئے چرواہے اپنے گلّوں کو (غاروں سے نکال کر) میدانوں میں لے آتے اور وہاں رات بسر کرتے اسی علاقہ میں چرواہے تھے۔ جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلّہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ (لوقا 2/8)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ موسم گرما تھا۔ ورنہ اواخر دسمبر میں ٹمپریچر اتنا گر جاتا ہے کہ میدانوں میں رات بسر کرنا ممکن نہیں تھا اب قرآن حکیم میں بیان فرمودہ موسم خرما کی تائید ہو رہی ہے سکالرز کہہ رہے ہیں کہ حضرت مسیح ستمبر یا اکتوبر میں پیدا ہوئے تھے۔

قرن اول میں یہودی کیلنڈر کی رو سے کھجور پکنے کا مہینہ ایلول ہے جو ماہ اگست ستمبر کے متبادل ہے۔ حضرت مسیحؑ کس مہینہ میں پیدا ہوئے؟

جے یسٹی ورٹ نے اپنی کتاب میں انگورا کے ایک کتبہ کی مدد سے، اور چین کے قدیم کلاسیک

لٹریچر کے حوالہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ 8 قبل مسیح میں ستمبر یا اکتوبر میں پیدا ہوئے تھے۔ (پیکس بائیبل کومنٹری 1919ء صفحہ 967)

اس بائیبل کومنٹری میں لوقا 2/8 کے تحت نوٹ ہے چرواہے اپنے گلّوں سمیت راتیں میدانوں میں بسر کرتے لوقا میں بیان کردہ موسم ماہ دسمبر کا نہیں ہوسکتا ہمارا کرسمس ڈے مقابلۃً بعد کی روایت ہے جو کہ سب سے اول مغرب میں روشناس ہوئی۔ (صفحہ 727)

دوسرا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ کلیسا میں پندرہ سو سال سے حضرت مریم کے مقدس حمل کا تہوار 8 دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ (چیمبرز انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ MARY)

اس حساب سے ستمبر میں میلاد مسیحؑ کی تعیین ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جان ڈی ڈیوس اپنی بائیبل ڈکشنری میں YEAR کے نیچے لکھتا ہے کہ فلسطین میں ماہ ستمبر یعنی یہودی مہینہ ایلول میں کھجور پک کر تیار ہوتا ہے۔ (صفحہ 787)

ان حوالوں سے قرآن حکیم کی صداقت اظہر من الشمس ہے۔ رُطَبًا جَنِيًّا میں ایک عظیم الشان حقیقت کا اظہار ہے اور عیسائی دنیا کی تاریخی غلطی کی طرف اشارہ ہے۔

(6) حضرت مریم کا مقام روحانی

قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کا بہت بڑا روحانی مقام تھا حضرت مسیح نے فرمایا وبرًا بوالدتی کہ میں اپنی ماں سے نیک سلوک کرنیوالا ہوں لیکن انجیل میں ہے حضرت مسیح نے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام۔ (یوحنا 2/4)

سورۃ تحریم کے آخر میں ہے کہ بنت عمران مومنوں کیلئے ایک مثالی نمونہ تھیں اسکے برعکس بعض آباء کلیسا کہتے ہیں کہ بروئے انجیل مریم سے نعوذ باللہ ایمان کی کمزوری کا گناہ سرزد ہوا تھا نئے آثار سے منکشف ہوا ہے کہ یہ سب تحریفات ہیں مصر کے آثار سے حضرت مسیحؑ کے 114 اقوال ملے ہیں جن کے راوی توما حواری ہیں اس حوالے سے اسے "انجیل توما" کا نام دیا گیا اس انجیل میں حضرت مسیح کے اصل خطاب کے الفاظ ملے ہیں "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" کی بجائے اس انجیل میں یہ الفاظ ہیں:-

"میری ماں......... میری صدیقہ ماں نے مجھے زندگی سے روشناس کیا۔" (قول 101)

THE GOSPEL ACCORDING TO THOMAS (1959ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اپنی والدہ کے بلند روحانی مقام کو بخوبی جانتے تھے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ ایذادہی کے بعد حضرت مسیح اور ان کی والدہ دونو ایک بلند مقام پر پناہ گزیں ہوئے جہاں ان کے لئے جائے قرار تھا اور چشمے جاری تھے۔ پہلے ذکر ہو چکا کہ قرن اول و دوم کے نصاریٰ کی 42 سریانی نظمیں آثار سے ملی ہیں ان میں ہے کہ حضرت مسیح اور ان کی والدہ ایک اونچی چوٹی پر ایستادہ ہیں وہاں حضرت مریم نے خطاب کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں مومنوں کے لئے ایک مثالی نمونہ ہوں میرے قالب میں اپنے آپ کو سمو لو تو نجات پالو گے۔

نظم نمبر 33 میں ہے کہ اس اونچی چوٹی پر جہاں فرستادہ خدا کھڑا تھا۔ ایک بے عیب بتولہ کھڑی ہو گئی حوالہ یہ ہے۔ "بلکہ اس اونچی چوٹی پر ایک پاکباز بتولہ کھڑی ہو گئی اس نے اعلان کیا اے آدم کے بیٹو! اے بنات آدم! واپس آؤ اور راہ فساد کو ترک کر دو اور میرے قریب ہو جاؤ اسطرح میں تمہارے قالب میں سما جاؤنگی میں تمہارے لئے حکم ہوں جو مجھے اوپر اوڑھ لیں گے وہ زخم رسیدہ نہ ہوں گے۔ ایسے لوگ ایک نئی دنیا کے وارث ہوں گے۔ لافانی دنیا کے۔ اے میرے منتخب لوگو مجھ میں چلو اور جو میرے متلاشی ہونگے ان کو اپنی راہوں سے روشناس کرونگی اور ان کو اس قابل بناؤنگی کہ وہ میرے نام پر اعتبار کریں۔

THE FORGOTTON BOOKS OF EDEN P. 136

اس نظم میں اس مثالی مقام مریمیت کا بیان ہے جس کا سورۃ تحریم کے آخر میں ذکر ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰہُ مثلاً للذین امنوا امرءۃ فرعون..... و مریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا من حنا وصدقت بکلمت ربھا و کتبہ و کانت من القانتین

سیدنا حضرت مسیح موعود..... فرماتے ہیں:۔

"تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جائے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر اور غور سے پڑھنا چاہیئے اور پھر اس پر عمل کیا جاوے"۔ (الحکم 24 مارچ 1907ء)

قرآن کریم اور سائنس

کرۂ ارض پر زندگی کا آغاز

محترم محمود احمد صاحب اشرف - ربوہ

زمین و آسمان کی تخلیق کے وقت زندگی موجود نہیں تھی۔ کرہ ارض پر زندگی کا ظہور بہت بعد میں مختلف عناصر کے امتزاج سے ہوا ہے۔ زندگی کی ابتداء کے بارے میں یہ نظریہ اب سائنس کی دنیا میں بھی بہت مستحکم ہے اور قرآن کریم سے بھی اس کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ قرآن کریم کے مطابق زندگی ہمیشہ سے موجود نہیں تھی بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے بعد خدا تعالیٰ نے زندگی کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی کئی آیات اس حقیقت کا اظہار کرتی ہیں۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتاً فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (بقرہ ۳۰)

ترجمہ:- تم کسطرح اللہ کا انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم بے جان تھے۔ پھر اس نے جاندار بنایا پھر وہ تمہیں مارے گا۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا پھر تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

قرآن کریم نے بے جان اشیاء سے جانداروں کا پیدا کرنا اور جانداروں کو بے جان اشیاء میں تبدیل کر دینے کو خدا تعالیٰ کی ایک دائمی صفت قرار دیا ہے۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (روم ۱۹)

وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے کہ سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ پہلی مرتبہ زندگی کا ظہور بے جان مادوں کے ذریعہ ہی ہوا تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب زندگی بے جان عناصر سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ

اس سوال کا جواب سائنس نفی میں تو نہیں دیتی ہے لیکن اب تک سائنس کے پاس جو موجود شواہد ہیں ان کے مطابق زندگی زندہ اشیا سے ہی ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس کے بالمقابل قرآن کریم کا نظریہ مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا جا چکا ہے۔ تاہم یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ زندگی کی جو تعریف قرآن کریم کے نزدیک ہے بعینہ موجودہ سائنس بھی زندگی کی وہی تعریف کرتی ہے۔ بہر حال یہ بات قطعی ہے کہ کرہ ارض پر زندگی ہمیشہ سے موجود نہیں تھی۔ ماہرین سائنس اس کی یہ سیدھی سادی منطقی توجیہ بیان کرتے ہیں کہ زمین کی تخلیق کے وقت اور اس کے بہت بعد تک بھی درجہ حرارت اس قدر زیادہ تھا اور دیگر حالات بھی اتنے نامناسب تھے کہ زندگی کی کسی ابتدائی شکل کی بقا بھی ناممکن تھی۔

ابتدائی مرکبات بے حد سادہ تھے

اب سوال یہ ہے کہ آغاز میں زندگی کی شکل کیا تھی؟ قرآن کریم میں ہمیں بہت سی ایسی آیات ملتی ہیں جو اس سوال پر روشنی ڈالتی ہیں۔ سائنس کی دنیا میں اب یہ بات بھی یقینی ہے کہ زندگی کی کسی بھی معین شکل کے ظہور سے پہلے ان کیمیائی مرکبات کے ارتقا کا ایک بہت طویل دور ہے جو بعد میں زندگی کا باعث بنے۔ یہ ابتدائی مرکبات بے حد سادہ تھے۔ اس حقیقت کو بھی قرآن کریم نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔

اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِن قبلُ وَلَم یَکُ شیئاً (مریم ۶۸)

ترجمہ:- کیا انسان کو یہ یاد نہیں کہ ہم نے اس کو اس سے پہلے پیدا کیا تھا اور اس وقت وہ کوئی چیز نہیں تھا۔

نیز فرمایا:-

ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئاً مَّذْکُوْراً (دہر ۲)

کیا انسان پر وہ وقت نہیں آیا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔

یہاں یہ دو باتیں یاد رکھنی ضروری ہیں کہ قرآن کریم نے زندگی کی تخلیق کے جو مختلف مراحل بیان کئے ہیں اگر ان کو الگ الگ کر کے دیکھا جائے گا تو ایک تضاد محسوس ہو گا لیکن دراصل قرآن کریم اپنے اسلوب کے مطابق زندگی کے ظہور کی اس طویل داستان کا ایک خاکہ بیان کرتا ہے۔ اور مجموعی نظر سے دیکھنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم نے تفصیلات کو چھوڑتے ہوئے مختلف مراحل کو

جگہ جگہ بیان کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ عموماً قرآن کریم نے ان آیات میں انسان کو مخاطب کیا ہے۔ گویا قرآن کریم نے زندگی کے ارتقا کے اس طویل سفر کے مختلف مراحل کو انسان کی تخلیق قرار دیا ہے جس سے ایک بات قطعی طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ تخلیق کا آخری مقصد قرآن کریم کے نزدیک انسان تھا۔ جس طرح آم مقصود ہو تو پہلے اس کی گٹھلی لگائی جاتی ہے مگر کہتے یہی ہیں کہ آم لگایا ہے۔ حالانکہ آم تو آخر میں لگتا ہے اور اس سے پہلے اس کی مختلف شکلیں بنتی ہیں لیکن اوّل سے آخر تک یہ سب آم کی تخلیق کا عمل ہے اور حالانکہ گٹھلی کا لگایا جانا، پودے کا نکلنا اور تنے کا مضبوط ہونا یہ وہ مراحل ہیں جن میں آم شیئ مذکور نہیں ہے۔

نامیاتی مرکبات کی تشکیل میں آگ کا کردار

ابتدائے حیات سے متعلق وہ نظریہ جو اپنے ساتھ تجرباتی شواہد بھی رکھتا ہے یہ ہے کہ زمین کی فضا میں میتھین، امونیا اور ہائیڈروجن گیس آبی بخارات کے ساتھ موجود تھیں۔ اور انہیں سے نامیاتی مرکبات بنے ہیں۔ یعنی وہ مرکبات جو زندگی کی بنیاد ثابت ہوئے۔ غیر نامیاتی مرکبات سے نامیاتی مرکبات کے بننے میں فضا میں موجود برقی چارج یعنی آسمانی بجلی اور سورج کی بالائے بنفشی شعاعوں نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ انسان کی پیدائش سے پہلے ایک ایسی چیز پیدا کی گئی تھی جو آگ سے پیدا کی گئی تھی۔ اب یہاں کوئی جناتی تصور نہیں دیا گیا بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ آگ نے زندگی کی نشوونما میں ایک بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر ۲۷،۲۸)

اور انسان کو ہم نے آواز دینے والی مٹی سے یعنی سیاہ گارے سے جس کی ہیئت تبدیل ہو گئی تھی پیدا کیا ہے۔ اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے سخت گرم ہوا کی قسم کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"ممکن ہے پہلے انسان ناری وجود ہو اور زمانہ کے تغیرات سے بدلتے بدلتے ارتقا کے ماتحت طینی وجود ہو گیا ہو یعنی اس کی بناوٹ زمینی پیداوار پر آ گئی ہو۔ اور ایسے وجود جو سب سے پہلے تیار ہوئے ان کا سردار آدم ہو یہ کوئی بعید بات نہیں ہے۔ علم جیالوجی سے یہ امر ثابت ہے کہ دنیا میں مٹی کا چھلکا بعد میں بنا ہے پہلے دنیا ایک گرم آگ کا کرہ تھی۔ سو ارتقا کے لحاظ سے اگر طینی ابتدا سے پہلے انسان کی

ابتدا ناری وجود سے تسلیم کی جائے تو مستبعد نہیں مگر یہ تخمینی امور ہیں ان کو یقین سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میں نے اس کے متعلق زیادہ نہیں لکھا"۔ (تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 70-71)

مذکورہ نظریہ کی تجرباتی تصدیق

مذکورہ بالا نظریہ ابتدائے حیات کی تصدیق کے لئے 1953ء میں شکاگو یونیورسٹی میں STANELAY MILLER نے اپنا مشہور تجربہ کیا۔ اس نے میتھین اور امونیا کو ایک چیمبر میں رکھ کر اس میں سے ایک ہفتہ تک بجلی کی رو گذاری بعد میں تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بہت سی قسموں کے نامیاتی مالیکیولز بن گئے ہیں۔ اور ان میں امائنو ایسڈز AMINO ACIDS بھی شامل ہیں اور یہی امائنو ایسڈز ہیں جن سے پروٹین بنتی ہے جو کہ زندگی کا جزو ہے۔

زندگی کے لئے پانی کی اہمیت

قرآن کریم نے زندگی کے لئے پانی کے کردار کو بے حد اہم قرار دیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیات سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ (الانبیاء ۳۱)

کیا کفار نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں بند تھے پس ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ کیا ہے۔ پس کیا وہ ایمان نہیں لاتے۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (النحل ٦٦)

اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا ہے اور اس کے ذریعہ سے اس نے زمین کو اس کے مردہ ہو چکنے کے بعد زندہ کیا ہے۔ سننے والے لوگوں کے لئے اس میں یقیناً ایک نشان ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (النور :۴٦)

اور اللہ نے ہر چلنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے پس کچھ تو ایسے ہیں جو اپنے پیٹ پر چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (الفرقان : ۵۵)

اور وہ خدا ہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا پس اس کو کبھی تو نسب بنایا ہے اور کبھی صھر بنایا ہے۔ اور تیرا رب ہر چیز پر قادر ہے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے زندگی کے لئے پانی کی اس اہمیت کا بیان ایک حیرت انگیز بات ہے۔ آج انسان کو سائنسی تحقیق کے بعد یہ علم ہوا ہے کہ پانی کی جو خصوصیات اسے اس قدر اہم بناتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں نامیاتی اور غیر نامیاتی دونوں قسم کے مرکبات باآسانی حل ہو جاتے ہیں یعنی پانی کیمیائی عمل کے لئے ایک بہترین واسطہ (MEDIUM) ہے۔

زندگی کے ابتدائی خلیوں کی تشکیل کے متعلق بالترتیب اور مفصل نظریات پہلی مرتبہ 1920ء میں دو سائنس دانوں ALEXANDER OPARIN اور J.B.S.HADANE نے پیش کئے تھے۔ ان کے مطابق پہلا نامیاتی مالیکیول جب آسمانی بجلی وغیرہ کے عمل سے بن گیا تو وہ پھر کسی وقت بہہ کر سمندر کے پانی میں شامل ہو گیا۔ سمندر ابتداء میں کیمیائی اعتبار سے بہت بھرپور تھے۔ چنانچہ ان نامیاتی مالیکیولز کی زندگی کی جانب نشوونما کے لئے یہ بہت مناسب ماحول فراہم کرتے تھے سادہ مرکبات کے پیچیدہ مرکبات میں تبدیل ہونے کے لئے پانی کے اس واسطہ کا ہونا ضروری تھا ورنہ ایسے عوامل کی موجودگی کے بغیر پیچیدہ مرکبات کا سادہ تر مرکبات میں تبدیل ہو جانا ایک طبعی عمل ہونے کی وجہ سے ایک یقینی بات ہے اور اس صورت میں ڈی این اے کے لئے جو پیچیدہ مالیکیولز چاہئیں وہ نہیں بن سکتے تھے زندگی کے آغاز کے لئے ہی نہیں زندگی کی بقا کے لئے بھی پانی کی اہمیت سائنسی اعتبار سے مسلم ہے چنانچہ ایک نومولود کے جسم کے کل وزن کا 75 فیصد حصہ پانی ہے اور ایک بالغ مرد کے جسم کے کل وزن کا 60 فیصد پانی ہوتا ہے اور جیسے جیسے زندگی موت کی طرف بڑھتی ہے جسم میں پانی کی مقدار کم ہوتی چلی جاتی ہے۔

مٹی کا کردار

پانی اگرچہ مختلف مالیکیولز کو باہم یکجا کر سکتا ہے لیکن سمندر میں پھر ان مالیکیولز کا دیر تک اکٹھا رہنا بھی مشکل ہے کیونکہ سمندری موجیں انہیں الگ الگ کر سکتی ہیں اور یوں بھی اب ان مالیکیولز کو مزید ارتقا کے لئے نسبتاً خشک جگہ کی ضرورت تھی چنانچہ غالب خیال یہ ہے کہ ان مالیکیولز نے سمندروں کے اندر نہیں بلکہ ساحلوں پر ریت اور مٹی میں جذب ہو کر پیچیدہ مرکبات کی شکل اختیار کی ہے یہاں یہ بہت دیر تک یکجا بھی رہ سکتے تھے اور انہیں ضروری خشکی بھی میسر تھی۔ زندگی کے اس ارتقا میں مٹی کے کردار کی نشان دہی کرنے والا پہلا سائنس دان برطانیہ کا J.D.BERNAL ہے۔ اس کے تجربات سے معلوم ہوا۔ کہ مٹی کیمیائی ساخت کے اعتبار سے بڑی حیرت انگیز چیز ہے۔ یہ SILICATE کی بے شمار تہوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ان تہوں کے درمیان اتنی گنجائش موجود ہوتی ہے کہ پانی اور ہوا ان کے درمیان گردش کر سکتے ہیں۔ اور مزید یہ کہ ان تہوں کے درمیان مثبت اور منفی برقی چارج اس ترتیب سے موجود ہوتا ہے کہ اس میں سے گزرنے والے ہر مرکب پر اس برقی فیلڈ کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ مٹی میں موجود SILICATE کی یہ تہیں نامیاتی مرکبات کو پانی کے عمل تبخیر کے باوجود اپنے اندر سمیٹے رکھتی ہیں۔ مٹی کی اس خصوصیت کے علم سے پہلے سائنس دانوں کو یہ الجھن درپیش رہی تھی کہ سمندر سے جب نامیاتی مالیکیولز ساحلوں پر آئے تو پانی کے عمل تبخیر کے ساتھ ان مالیکیولز کے بھی ضائع ہو جانے کا طبعی امکان تھا۔ مگر یہ نامیاتی مرکبات مٹی کی تہوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مزید یہ کہ ان میں موجود برقی چارج مالیکیولز کو باہم ملنے میں مدد دیتا ہے۔ اسی طرح یہ نئے بننے والے مرکبات مٹی کی ان تہوں میں سورج کی شعاعوں اور خاص طور پر بالائے بنفشی شعاعوں کے نقصان دہ اثرات سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔

قرآن کریم کی بیان کردہ مٹی کے کردار کی مختلف صورتیں

قرآن کریم نے زندگی کی تخلیق میں مٹی کے کردار کو بے حد اہمیت دی ہے۔ کثرت سے ایسی آیات ملتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور تخلیق حیات کے مختلف مراحل میں مٹی کی مختلف صورتوں اور حیثیتوں کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا:-

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ
(الانعام : ۳)

وہ خدا ہی ہے جس نے تمہیں گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے پھر ایک میعاد تجویز کی اور ایک اور میعاد بھی ہے جس کا علم صرف اسی کو ہے۔ پھر بھی تم شبہ کرتے ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (المومنون : ١٣)

اور ہم نے انسان کو گیلی مٹی کے خلاصہ سے بنایا

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (الصفت : ١٢)

پس تو ان سے پوچھ کہ کیا پیدائش کے لحاظ سے ان کو پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا ان کے سوا (نظام عالم) جو ہم نے بنایا ہے؟ اور ہم نے ان کو ایک چپکنے والی مٹی سے بنایا ہے۔

ان آیات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم زندگی کی ابتداء میں مٹی کے ایک یقینی کردار کا اثبات کرتا ہے۔ چنانچہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ مٹی اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے کسطرح زندگی کی نمو کے عمل میں شریک ہوئی ہے۔ قرآن کریم نے طین لازب یعنی چپکنے والی مٹی کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ یہ بلاشبہ ایک حیرت انگیز بات ہے کیونکہ جدید ترین تحقیق سے یہ بات درست ثابت ہوئی ہے۔

چنانچہ امریکہ کے مشہور تحقیقاتی ادارے ناسا (NASA) کی 1985ء کی ایک تحقیق کے مطابق یہ بات تجرباتی طور پر ثابت ہوئی ہے کہ مٹی نامیاتی مرکبات کے لئے ایک کشش رکھتی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

قرآن کریم مٹی کی ہی مزید شکلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (الرحمن : ١٥)

اس نے انسان کو بجتی ہوئی خشک مٹی سے پیدا کیا ہے

صلصال کے معنی اس مٹی کے ہیں جو خالص ہو اور اس کے ساتھ ریت ملی ہو اور جب مٹی کو آگ میں پکا لیا جائے تو اسے فخار کہتے ہیں۔ اور صلصل الشی کے معنی ہوتے ہیں اس چیز نے آواز دی۔ مجمع البحار میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ صلصال اس پانی کو کہتے ہیں جو زمین پر گر کر خشک ہو جائے اور جس مٹی پر وہ گرے وہ خشک ہو کر آواز دینے لگے۔ اور صلصال اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جو ٹھکورنے پر آواز دے۔ قرآن کریم مٹی کی ایک اور شکل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر : ٢٧)

اور ہم نے انسان کو آواز دینے والی مٹی سے یعنی سیاہ گارے سے جس کی ہیئت تبدیل ہو گئی تھی پیدا کیا۔

حضرت مصلح موعود نے اس آیت کی مفصل لغوی بحث اور تفسیر کی ہے جس کی تلخیص یہاں درج کی جارہی ہے۔

"حماء البئر کے معنی ہوتے ہیں کنوئیں میں سے گارا نکالا۔ الحماء کالی مٹی کو بھی کہتے ہیں (اقرب الموارد) مسنون سَنَّ یَسُنّ سناً سے اسم مفعول ہے اور سَنَّ السِّکِّین کے معنی ہیں اس نے چھری کو تیز کیا۔ سَنَّ الطِّین کے معنی ہوتے ہیں مٹی کو پکا کر سخت کر دیا۔ سَنَّ الشَّیَٔ کے معنی ہیں کسی چیز کو آسان کر دیا یا اس کی شکل بنادی۔

اس آیت میں مِنْ حَمَاٍ مَسْنُونٍ میں "مِن" کے معنوں میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ اپنے مجرور کے ساتھ مل کر صفت ہے اور معنی اس صورت میں یہ بنتے ہیں کہ وہ صلصال جو حَما مسنون سے بنا ہے بعض نے کہا ہے کہ حما مسنون بدل ہے من صلصال کا اور اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ صلصال سے مراد حما مسنون ہے۔ گویا پہلی ترکیب کے لحاظ سے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ انسان کی پہلی حالت حما مسنون کی تھی پھر اس سے صلصال بنا اور دوسری ترکیب کے لحاظ سے یہ معنی ہونگے کہ صلصال اور حما مسنون سے ایک ہی حالت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ صرف مضمون کی وضاحت کے لئے دو ہم معنی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ میری ذاتی رائے میں یہ دوسرے معنی زیادہ درست ہیں اور اس آیت میں میرے نزدیک پہلا جملہ یعنی من صلصال اصل مقصود ہے اور من حما مسنون اس کی وضاحت کے طور پر آیا ہے۔ مسنون کے معنی میں نے صورت والی شی کے کئے ہیں گو عام طور پر مفسر اس کے معنی سڑی ہوئی شے کے کرتے ہیں۔ سڑی ہوئی مٹی کے معنی ایک مجازی معنی ہیں حقیقی معنی ایک خاص شکل پر بنائی ہوئی شیئی کے ہیں۔

من حما مسنون میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش پانی اور مٹی سے ہے کیونکہ حما مٹی اور پانی کی ملی ہوئی چیز کو کہتے ہیں۔ دوسری جگہوں پر خدا تعالیٰ نے علیحدہ علیحدہ ان دونوں چیزوں سے پیدائش کا ذکر کیا ہے مثلاً پانی کے متعلق فرمایا:-

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

دوسری جگہ مٹی سے پیدائش کو یوں ظاہر فرمایا:-

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (ال عمران)

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ مٹی سے یکدم انسان بن گیا کیونکہ قرآن کریم

خلق عالم کی تدریجی پیدائش پر بار بار زور دیتا ہے چنانچہ سورۃ روم رکوع 3 میں اس سے پہلے کی ایک حالت بیان کی ہے۔ ان خلقکم من تراب کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو خشک مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس آیت میں پیدائش تراب یعنی خشک مٹی سے لکھی ہے پس معلوم ہوا کہ خشک مٹی ابتدائی کڑی ہے مگر سورۃ حجر میں اس ابتدائی کڑی کو چھوڑ کر اس کے بعد کی حالت کو بیان کر دیا گیا ہے"۔

(تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 51 تا 57)

یہ بیان کیا جا چکا ہے سمندری موجوں کے آگے پیچھے ہٹنے سے مذکورہ نامیاتی مرکبات ساحلوں پر مٹی اور ریت میں جذب ہوتے گئے اور جو خشکی ضروری تھی وہ ان کو میسر ہو گئی۔ چنانچہ صلصال کالفخار میں مٹی کی ایسی ہی خشک حالت کی طرف واضح اشارہ دکھائی دیتا ہے۔

تجربات سے اب یہ بات بھی ثابت ہو گئی ہے کہ امائنوایسڈز کے گاڑھے آمیزے کو قریباً خشک حالت میں گرم کیا جائے اور پھر اس کو ٹھنڈا کیا جائے تو اس سے پروٹین جیسا مادہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر سادہ مرکبات کو اگر قریباً خشک حالت میں گرم کیا جائے تو اس سے ایسے مرکبات بنتے ہیں جن کے خواص نیوکلی اک ایسڈز (NUCLEIC ACIDS) سے ملتے ہیں۔ اور زندگی کے اس ابتدائی کیمیائی ارتقا میں بنیادی بات نیوکلی اک ایسڈز کا بننا ہی ہے کیونکہ یہ وہ مالیکیولز ہیں جن میں اپنی تعداد کو از خود بڑھانے یعنی افزائش نسل کی صلاحیت موجود ہوتی ہے جو کہ زندگی کے لئے ایک اہم ترین خاصیت ہے۔ اس صلاحیت کے بغیر زندگی کی بقا یا اس کا تسلسل ممکن نہیں رہتا ہے۔ اور ایک مرتبہ جب نیوکلی اک ایسڈ بن گئے تو بعد میں پروٹین کی تعمیر شروع ہو گئی۔ اور ایک ایسا آمیزہ جس میں پروٹین اور روغنیات شامل ہوں اس میں جھلی بنانے کی خاصیت ہوتی ہے۔ چنانچہ ساحل سمندر کی مٹی اور ریت وغیرہ کے مساموں کے اندر جمع شدہ مادہ کے باہر یہ ممکنہ جھلی اس کی حفاظت کا ایک ذریعہ بن سکتی تھی۔ اور اس کے بعد مرکبات کا یہ مجموعہ کسی وقت دوبارہ سمندر میں بہہ جانے کے بعد بھی محفوظ رہا۔

مٹی کے کردار کے متعلق جدید تحقیق

مٹی کے زندگی کی ابتدا میں کردار کے متعلق 1985ء میں ناسا کی مزید تحقیق سامنے آئی ہے۔ جس کا خلاصہ درج ہے۔

"گذشتہ ہفتے ناسا (NASA) کے کیلفورنیا کے ایک تحقیقاتی ادارے نے بعض ایسے شواہد پیش

کئے ہیں جن کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے زندگی کا آغاز مٹی سے ہی ہوا ہو۔ مٹی سے زندگی کے آغاز کا یہ نظریہ پچاس سالہ پرانے اس نظریہ سے مختلف ہے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ زندگی کے پہلے مالیکیول کی تیاری فضا میں چند گیسوں کے ساتھ آسمانی بجلی کے عمل سے ہوئی تھی جو بعد میں سمندر میں چلا گیا۔ تجربات یہ بتاتے ہیں کہ بجلی کی رو مذکورہ گیسوں میں سے گزاریں تو اس طرح پروٹین اور ڈی این اے کے ابتدائی مالیکیولز کی تشکیل تو ہو جاتی ہے لیکن ایسے نامیاتی مالیکیولز کا زندگی کے خلیوں کی تشکیل کے لئے اتنے نامساعد حالات میں اکٹھا ہو جانا اس کی وجہ محض اتفاق ہی قرار دی جاسکتی ہے۔

تاہم ناسا نے حال کی تحقیقات کے بعد یہ بتایا ہے کہ مٹی نامیاتی مالیکیولز کے لئے ایک کشش رکھتی ہے۔ مزید یہ کہ مٹی ان کیمیائی افعال (REACTIONS) کو تیز کر سکتی ہے جن کے نتیجہ میں بالاخر پروٹین اور ڈی۔ این۔ اے۔ کی تشکیل ہوئی۔ تجربات نے ثابت کیا ہے کہ تابکاری وغیرہ جیسے قدرتی عمل میں خارج ہونے والی توانائی کو اپنے اندر ذخیرہ کر سکتی ہے اور پھر بعض حالات میں الیکٹرونز کی شکل میں ذخیرہ شدہ یہ توانائی خارج بھی کر سکتی ہے۔ اور یہی توانائی کیمیائی عمل کو آگے بڑھانے کے لئے استعمال ہو سکتی ہے۔ مٹی کی توانائی کو ذخیرہ کرنے کی یہ صلاحیت اور اس کا کیمیائی افعال میں عمل انگیز کا کردار ادا کرنا یہ دونوں زندہ اجسام کی خصوصیات ہیں۔ مٹی میں ان دونوں خصوصیات کے علم سے ہم اس بات پر مجبور ہو رہے ہیں کہ زندگی کی تعریف کا از سر نو جائزہ لیں"۔ (نیوز ویک 15 اپریل 1985ء)

زندگی کی جو بھی تعریف کی جائے یہ بنیادی اور اہم سوال باقی ہے کہ بے جان مادے از خود زندگی میں کیسے بدل گئے؟ یہ سوال ابھی باقی ہے۔ سائنس اس کا کوئی قطعی اور معین جواب دینے سے قاصر ہے۔ یہ سب کیمیائی عمل از خود زندگی کے حامل بہت پیچیدہ مالیکیول میں نہیں بدل سکتا ہے۔ کیونکہ محض کیمیائی ساخت اور ترکیب زندگی اور موت میں فرق کرنے والی چیز نہیں ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو اس کے جسم کی کیمسٹری وہی رہتی ہے۔ یہ بعد میں بتدریج ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتی ہے۔ زندہ اور مردہ میں ایک فرق ضرور ایسا ہے جس کو سائنس نہیں سمجھ سکی اور غالباً کبھی سمجھ نہیں سکے گی۔ قرآن کریم زندگی اور موت کے مابین فرق کرنے والی اسی چیز کو روح کہتا ہے۔ پس قرآن کریم کے مطابق خدا نے کسی وقت اس بے جان کیمیائی عمل کو زندگی کے عمل میں بدلا ہے۔

"قرآن جواہرات کی تھیلی ہے"

قرآن کریم اغیار کی نظر میں

سر ولیم میور لکھتے ہیں:-

"قرآن پاک کا کوئی جزو کوئی فقرہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں سنا گیا جس کو جمع کرنیوالوں نے چھوڑ دیا ہو اور نہ کوئی لفظ اور فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ داخل کیا گیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ان احادیث میں جن میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) کی چھوٹی چھوٹی باتیں محفوظ رکھی گئی ہیں ان کا پتہ ضرور چلتا۔"

ڈاکٹر جارج سیل لکھتا ہے:-

"قرآن انتہائی لطیف اور پاکیزہ زبان میں ہے اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں بنا سکتا یہ لازوال معجزہ مردہ زندہ کرنے سے کہیں زیادہ ہے"

پھر لکھتا ہے:-

"قرآن بلاشبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور دنیا کی سب سے زیادہ مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا علم ایسی معجزانہ کتاب لکھنے سے قاصر ہے۔ یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہوا معجزہ ہے۔ ایک امی ناخواندہ محض کس طرح بے عیب اور لاثانی عبارت تحریر کر سکتا ہے"۔

پروفیسر کارلائل رقمطراز ہے:-

"میرے نزدیک قرآن میں خلوص اور سچائی کا وصف ہر پہلو سے موجود ہے اور یہ بالکل کھلی اور سچی حقیقت ہے کہ اگر کوئی خوبی پیدا ہو سکتی ہے تو اسی سے ہو سکتی ہے"۔

عیسائی مؤرخ مسٹر باڈلے کہتا ہے:-

"قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں تیرہ سو برس سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ یہودی اور عیسائی مذہب میں کوئی ایسی چیز نہیں جو معمولی طور سے بھی قرآن کے مقابلے میں پیش کی جا سکے"۔

عیسائی ڈیون پورٹ لکھتا ہے:-

"من جملہ ان بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کرتا ہے دو نہایت ہی
مؤدبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن اللہ کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مد نظر رکھتا ہے کہ وہ اس کی
طرف خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نامہذب اور
ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل مبرا ہے جو بد قسمتی سے یہود کے صحائف میں عام ہیں یہ
ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن ان تمام عیوب سے مبرا ہے اس پر خفیف سی حرف گیری بھی نہیں ہو
سکتی اس کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے۔ مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھینپ کے آثار نہیں
پائے جائیں گے"۔

پادری ریورینڈ جی۔ ایم۔ ایڈویل کہتا ہے:۔

"قرآن کی تعلیم نے بت پرستی مٹائی۔ جنات و مادیات کا شرک مٹایا۔ اللہ کی عبادت قائم کی۔ بچوں
کے قتل کی رسم نیست و نابود کی۔ امّ الخبائث شراب کو حرام مطلق ٹھہرایا۔ چوری۔ جوا۔ زناکاری اور قتل
وغیرہ کی ایسی سزائیں مقرر کیں کہ کوئی شخص ارتکاب جرم کی جرات ہی نہ کرسکے"۔

پھر کہتا ہے:۔

"اسے تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ خدا کی وحدانیت۔ طاقت، علم اور حقانیت کا جو تصور اور خدا۔ جنت
اور زمین کے متعلق جس تلقین کا بار بار قرآن میں اظہار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم اس کتاب کی جتنی
بھی تعریف کریں کم ہے یہ اعلیٰ وارفع اخلاقی تعلیم سے پر ہے اور اس میں علم و آگہی کے جو نکات بیان
کئے گئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد پر بڑے بڑے طاقتور ملک اور جلیل القدر سلطنتیں قائم
کی جاسکتی ہیں"۔ (دی قرآن صفحہ 15)

نپولین بونا پارٹ کہتا ہے:۔

"مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یک جا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی
میں ایک لاثانی نظام قائم کرونگا کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کرسکتی ہے"
(اقتباس تقریر نپولین از کتاب بونا پارٹ اور اسلام صفحہ 105)

جان فاش کہتا ہے:۔

"قدیم عربی میں نازل شدہ قرآن خوبصورتی اور دلکشی کا حسین مرقع ہے اس کا سٹائل بڑا جامع اور

دلپذیر ہے اس کے چھوٹے چھوٹے جملوں میں جو کہیں کہیں شاعری کے نادر نمونے ہیں غضب کا استدلال اور مسخر کرنیوالی طاقت ہے اس کے مفہوم کو کسی زبان کے سانچے میں ڈھالنا کٹھن کام ہے"۔
(دی وزڈم آف دی قرآن دیباچہ صفحہ 8 از جان فاش)

چارلس فرانس پوٹر کہتا ہے:-

"دنیا کی کوئی کتاب اتنی نہیں پڑھی جاتی جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بائبل کی جلدیں زیادہ فروخت ہوتی ہوں لیکن پیغمبر اسلام کے کروڑوں پیرو قرآن کی لمبی لمبی آیات دن میں پانچ مرتبہ پڑھنا اس وقت سے شروع کرتے ہیں جب وہ باتیں کرنا سیکھتے ہیں"۔
(دی فیتھس مین لیو بائے صفحہ 81 از چارلس فرانس پوٹر)

ڈاکٹر مورنس فرانسیسی لکھتا ہے:-

"یہ کتاب قرآن عظیم تمام آسمانی کتب پر فوقیت رکھتی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کیلئے فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں بہتر ہیں اس کا ہر ہر حرف خداوند عالم کی عظمت کے ذکر سے لبریز ہے قرآن علماء کے لئے ذخیرہ لغات، شعراء کے لئے عروض کا مجموعہ اور حکمرانوں کے لئے دائرۃ المعارف کی حیثیت رکھتا ہے"۔

ڈاکٹر سموئیل جانسن کہتا ہے:-

"قرآن پاک میں مطالب اتنے ستھرے اور ہمہ گیر ہیں اور ہر زمانے کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانے کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں، ریگستانوں، شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے"۔

پروفیسر ہربرٹ وائل اپنے لیکچر میں بیان کرتا ہے:-

"قرآن اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے اور قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی ہے۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھ دار آدمی بیک

وقت دنیوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے"۔

(لیکچر ان اسلام از پروفیسر ہربرٹ وائل)

ڈاکٹر سٹینلے لین پول کہتا ہے:۔

"قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی اور اصول جہانبانی سکھائے" (گائیڈنس آف ہولی قرآن)

ڈاکٹر موسیو جین کہتا ہے:۔

"قرآن پاک مذہبی قواعد و ضوابط کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اس میں اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی موجود ہیں جو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے بہر حال مفید ہیں"۔

پروفیسر ودیہ جاداس لکھتا ہے:۔

"قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیغام زندگی ہے کہ ہندو دھرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلے میں کوئی بیان پیش نہیں کر سکتیں"۔

ڈاکٹر لڑھف کربل بیان کرتا ہے:۔

"قرآن میں عقائد اخلاق اور ان کی بناء پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے اس میں ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھ دی گئی ہیں۔ تعلیم، عدالت، حربی انتظامات، مالیات اور نہایت محتاط قانون ہے"۔

مہاتما گاندھی کہتے ہیں:۔

"میں نے تعلیمات قرآنی کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہیں ہے مجھے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ نظر آئی کہ یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے"۔

(ینگ انڈیا۔ گاندھی)

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور لکھتا ہے:۔

"وہ وقت دور نہیں جب کہ قرآن کریم اپنی مسلّمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سب کو اپنے اندر جذب کر لے گا۔ وہ زمانہ بھی دور نہیں جب کہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آ جائے گا اور ہندوستان میں

ایک ہی مذہب ہو گا"۔

لالہ لاجپت رائے بیان کرتا ہے:۔

"میں مذہب اسلام سے محبت کرتا ہوں اور اسلام کے پیغمبر کو دنیا کے مہا پرش سمجھتا ہوں۔ میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا دل سے مداح ہوں"۔

جرمنی کا شاعر و فلسفی گوئٹے کہتا ہے:۔

"قرآن کی یہ حالت ہے کہ اس کی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ایک تحیر آمیز رقت میں ڈال دیتی ہے"۔

مسز اینی بیسنٹ بیان کرتی ہے:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھے پڑھے نہ تھے اور علم کا مفہوم جو دنیا سمجھتی ہے اس اعتبار سے وہ عالم نہ تھے آپ نے خود کو بار بار امّی کہا ہے اور آپ کے متبعین قرآن کریم کو ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ تسلیم کرتے ہیں جن سے آپ کا دعوٰی رسالت بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ کتاب نہایت اعلیٰ زبان میں ہے"۔

ڈاکٹر فرک (جرمنی) کہتا ہے:۔

"قرآن مجید کی عبارت نہایت فصیح و بلیغ اور مضامین لطیف و عالی ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی امین ناصح نصیحت کر رہا ہے"۔

عمانویل ڈی اش کہتا ہے:۔

"قرآن مجید مردہ عقل اور علم کو زندہ کرتا ہے"۔

ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی بیان کرتا ہے:۔

"قرآن دلوں میں ایسا زندہ اور پرجوش ایمان پیدا کرتا ہے کہ پھر کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی"۔

موسیو کاسٹن کار نے اخبار فگارو میں لکھتا ہے:۔

"زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہے تو دنیا کا امن و امان کبھی قائم نہیں رہ سکے گا"۔

مسٹر بورتھ سمتھ لکھتا ہے:۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناقل) کا دعویٰ ہے کہ قرآن ان کا مستقل اور دائمی معجزہ ہے اور میں مانتا ہوں کہ یہ واقعی ایک معجزہ ہے"۔

میجر لیونارڈ کہتا ہے:۔

"قرآن کی تعلیم بہترین ہے اور انسانی دماغوں پر نقش ہے"۔

سرایڈورڈڈینی راس سی۔ آئی۔ ای لکھتا ہے:۔

"قرآن شریف اس بات کا مستحق ہے کہ یورپ کے گوشہ گوشہ میں اسے پھیلایا جائے"۔

نامور مؤرخ ڈاکٹر گبن لکھتا ہے:۔

"قرآن وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے۔ ایک موحد فلسفی اگر کوئی مذہب قبول کر سکتا ہے۔ تو وہ اسلام ہی ہے غرض سارے جہان میں قرآن کی نظیر نہیں ملتی"۔

جان جاک رلیک کہتا ہے:۔

$$50-0ء

"قرآن مجید نے ایک عظیم الشان نظام تہذیب و تمدن پیدا کیا"۔

کاؤنٹ ہنری دی کاسٹری لکھتا ہے:۔

"قرآن مجید کے کلام پر عقل حیرت زدہ ہے"۔

پادری آر میکوئل کنگ کہتا ہے:۔

"بے شک قرآن مجید الہامی کتاب ہے"۔

کہتے ہیں حسن یوسف دلکش بہت تھا لیکن ۔ خوبی و دلبری میں سب سے سوا یہی ہے

بحرِ حکمت ہے وہ کلام تمام

جماعتِ احمدیہ کے حصہ میں علمی خدمت کا ایک نمایاں اعزاز

پچاس سے زائد زبانوں میں تراجمِ قرآن کی اشاعت

زبان	ملک	زبان	ملک	زبان	ملک
انگریزی	برطانیہ - امریکہ		میکسیکو	ویتنامیز	ویتنام
فرانسیسی	فرانس	سویڈش	سویڈن	چیک	چیکوسلواکیہ
جرمن	جرمنی	اگبو		چینی	چین
لوگنڈا	یوگنڈا	اردو	پاکستان	سرائیکی	پاکستان
ڈچ	ہالینڈ	کورین	کوریا	مالی	ملائشیا
گورمکھی	بھارت	کیکویو	کینیا	فارسی	ایران
یوروبا	نائیجیریا	جاپانی	جاپان	ٹیگالاگ	
ڈینش	ڈنمارک	پرتگیزی	برازیل - پرتگال	منی پوری	
انڈونیشین	انڈونیشیا	فانٹی	غانا	ہوسا	نائیجیریا
سواحیلی	کینیا	اڑیا	بھارت	بنگالی	بنگلہ دیش
اسپرانٹو		آسامی	"	سندھی	پاکستان
اٹالین	اٹلی	طوالو	طوالو	البانین	البانیہ
فجین	فجی	ترکی	ترکی	مینڈے	سیرالیون
ہندی	بھارت	گجراتی	بھارت	ملایلم	بھارت
رشین	روس	پولش	پولینڈ	تامل	بھارت
سپینش	سپین - ارجنٹائن	بلگیرین	بلغاریہ		سری لنکا
پنجابی	پاکستان		عراق -	مرہٹی	بھارت
یونانی	یونان	پشتو	پاکستان	برمیز	بھارت، برما
نارویجین	ناروے		افغانستان		
کروش	ایران، ترکی،	تلگو	بھارت		

جماعتِ احمدیہ اور خدمتِ قرآن

اغیار کی نظر میں

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر — بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"میں خوشی کے مارے سینکڑوں دفعہ رقص کروں اگر یہ دیکھ لوں کہ قرآن کا دلکش حسن و جمال مخفی نہیں رہا"

چنانچہ آپ اور آپ کے جانشینوں کے ذریعہ جو قرآن کریم کا دلکش حسن و جمال دنیا پر ظاہر ہوا اس کا اعتراف غیر از جماعت احباب بلکہ اشد ترین مخالفوں نے بھی کیا۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

○ جناب علامہ نیاز فتح پوری خدمت قرآن کریم اور اس کے تراجم کی اشاعت کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"یہ بلاد مغرب و افریقہ میں جس جوش و انہماک کے ساتھ خدمت ...... میں مصروف ہیں اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم سلیقہ و اہتمام کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ چنانچہ انگریزی، جرمنی، ڈچ اور سواحیلی زبانوں کے ترجمے خود میں نے بھی دیکھے اور ان کے عزم و ولولہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا"۔ (نگار لکھنؤ ستمبر 1960ء)

○ جناب ابوالاسرار رمزی اٹاوی لکھتے ہیں:-

"اس (قرآن) کی خدمت یہ ہے کہ اس کو کم از کم بیس زبانوں میں منتقل کیا جائے اور اس کے نسخے مفت تقسیم کئے جائیں یا دنیا کی بڑی لائبریریوں میں ان کو بھیجا جائے تاکہ بندگان خدا قانون خداوندی اور مشیت الہی سے واقف ہوں .... احمدیہ فرقے کے لوگ اس میدان میں بہت آگے نظر آتے ہیں جنہوں نے تقریباً سولہ سترہ زبانوں میں قرآن کا ترجمہ کرنے میں پہل کی ہے"۔

(ہفت روزہ بلٹز بحوالہ بدر قادیان 17 ستمبر 1981ء)

O جناب عبدالماجد دریا بادی سیدنا حضرت مصلح موعود کی وفات پر آپ کی خدمت قرآن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"قرآن و علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور...... کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے"۔

(صدق جدید 18 نومبر 1965ء)

O مولانا ظفر علی خان صاحب مدیر "زمیندار" حسرت بھرے الفاظ میں رقمطراز ہیں:-

"کان کھول کر سن لو! تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن کا علم ہے۔ تمہارے پاس کیا دھرا ہے؟"

(ایک خوفناک سازش صفحہ 196 مؤلفہ مولانا مظہر علی اظہر)

O مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر "المنبر" غیرت دلانے کے انداز میں لکھتے ہیں:-

"ایک عبرت انگیز واقعہ جو ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا۔ 1953ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم اور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھیں، قادیانی عین انہی دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن کو مکمل کر چکے تھے اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمد اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے۔ گویا وہ بزبان حال و قال کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از جماعت ملت اسلامیہ جماعت جو اس وقت جب کہ ہمیں آپ لوگ "کافر" قرار دینے پر پر تول رہے ہیں غیر مسلموں کے سامنے قرآن ان کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں"۔

(المنبر 2 مارچ 1956ء صفحہ 10)

O بنگلور کے ایک علم دوست جناب اے۔ جے۔ خلیل نے مدیر صدقِ جدید کے نام ایک خط میں لکھا:-

"یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ جو لوگ احمدی یا قادیانی نہیں ہیں وہ پیام الٰہی کی چاردانگ عالم میں تبلیغ کرنے میں بہت ہی کوتاہ ہیں۔ میں کوئی سولہ برس سے اس فرض فراموشی کا کفارہ ادا کرنے میں کلام الٰہی

کا ترجمہ عالمی زبانوں میں کرنے اور اس کی طبع و اشاعت میں مصروف ہوں لیکن خود میرے اوپر قادیانیت کا الزام لگا اور ثبوت میں یہی واقعہ پیش ہوا کہ یہ قرآنی تبلیغ کرتا رہتا ہے اس لئے کہ یہ کام تو بس قادیانی ہی کرتے رہتے ہیں"۔

○ جناب خلیل صاحب کے خط کے اس اقتباس کو نقل کرکے مولانا عبدالماجد دریا بادی، قمطراز ہیں:۔

"مبارک ہے وہ دین کا خادم جو تبلیغ و اشاعتِ قرآن کے جرم میں قادیانی یا احمدی قرار پائے اور قابل رشک ہے وہ احمدی یا قادیانی جن کا تمغہ امتیاز ہی خدمت قرآن یا قرآنی ترجموں کی طبع و اشاعت کو سمجھ لیا جائے"۔ (صدقِ جدید لکھنؤ 22 دسمبر 1961ء)

○ مشہور صحافی مسٹر محمد اسلم نے قادیان کی روح پرور فضا دیکھنے کے بعد اپنے تاثرات ظاہر فرمائے:۔

"گویا صبح کو مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدوسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر قرآن مجید کی تلاوت کرکے بنی نوع انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آئے ہیں۔ غرض احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا"۔ (تاثرات قادیان صفحہ 138۔ 139)

کاتبین وحیٔ قرآن

1۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

4۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ

5۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

6۔ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

7۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

8۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

9۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

10۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

11۔ حضرت ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ

12۔ حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ

13۔ حضرت ابو رافع قبطی رضی اللہ عنہ

اوصافِ قرآنِ مجید

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اَجلیٰ نِکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نِکلا
حق کی توحید کا مُرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نِکلا
یا الٰہی! تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نِکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نِکلا
کِس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نِکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نِکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نِکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دُنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دِلِ اعمیٰ نِکلا

جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پُتلا نِکلا

—— دُرِّ ثمین ——

جماعتِ احمدیہ اور خدمتِ قرآن کی عظیم سعادت



